ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت

ملتان

9 ذوالحجہ 1438ھ/ ستمبر 2017ء

احرار

عزم وہمت اور صبر و استقامت کے 87 سال

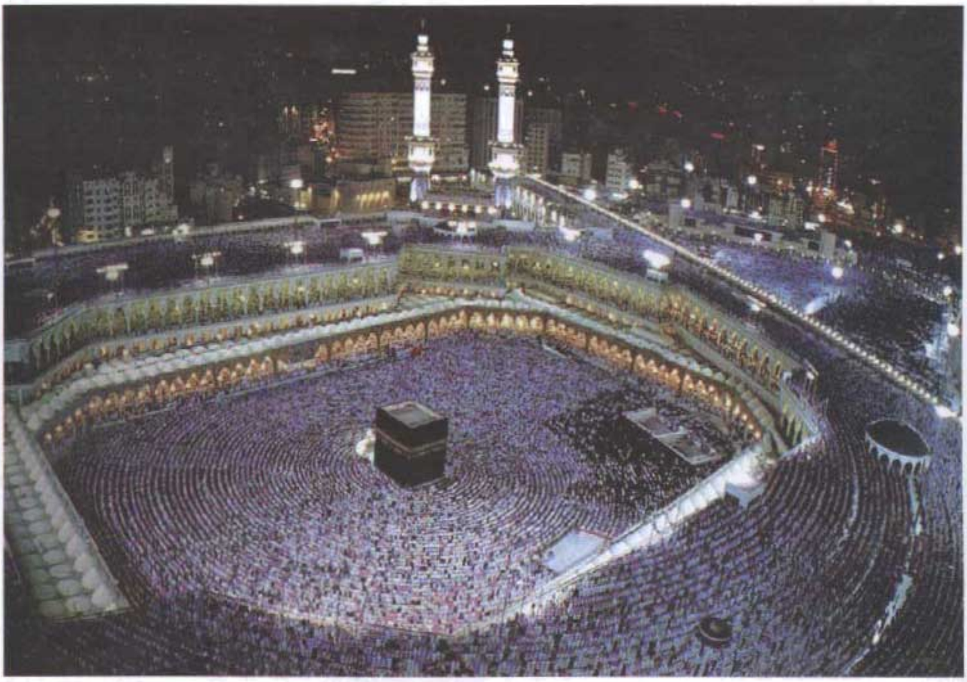

- امریکی صدر ٹرمپ کی پاکستان کو دھمکی
- پاکستان، اسرائیل الائنس کے نام سے نئی سازش!
- دینی مدارس کو غیر مؤثر بنانے کے لیے سرکاری اقدامات
- پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کس کے ایجنڈے پر کام کر رہا ہے؟
- امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ
- 7 ستمبر کو یوم تحفظ ختم نبوت منایا جائے گا
- سیاست میں اخلاقیات کا زوال
- روہنگیا مسلمان مظلومیت کے تناظر میں

نورِ ہدایت

القرآن

قربانی

''اللہ تک نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اُن کا خون بلکہ اُس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے اُن کو تمہارا مسخر کر دیا ہے تا کہ اس بات کے بدلے اُس نے تم کو ہدایت بخشی ہے۔ اُسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے پیغمبر) نیکوکاروں کو خوش خبری سنا دو۔ [الحج: ۳۶، ۳۷]
تو اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔ [الکوثر: ۲]

الحدیث

سفرِ حج میں پردہ

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم (ازواجِ مطہّرات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کو جاتے ہوئے احرام کی حالت میں تھے۔ جب ہمارے پاس سے کوئی سوار گزرتا تو ہم اپنی چادر اپنے سر کے اوپر کھینچ کر اپنے چہروں پر لے آتے اور جب ہم آگے بڑھ جاتے تو ہم اپنے چہرے کو کھول لیتے تھے۔''
[ابوداؤد]

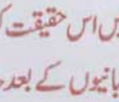

الآثار

پاکستان کی حفاظت

یہ درست ہے کہ ہم نے مسلم لیگ کے مجوزہ پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ ہم نے جو صحیح سمجھا وہی کہا اور وہی کیا۔ ہمارا ضمیر اس وقت بھی مطمئن تھا اور آج بھی شرمندہ نہیں۔ اب پاکستان بن چکا ہے۔ یہ ہمارا وطن ہے اور ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی تعمیر اور خدمت میں جُت جانا چاہیے۔ یہ قطعۂ زمین ہم نے بے پناہ قربانیوں کے بعد حاصل کیا ہے۔ تیرہ سو سال میں آج تک کسی نے آزادی کے لیے اتنی قیمت ادا نہیں کی جتنی ہمیں کرنی پڑی ہے۔ اب اس بیش قیمت ملک کو ہر قیمت پر بچانے کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے۔

میں کسی سے مرعوب ہو کر نہیں بلکہ پوری آزادی سے کہتا ہوں کہ دفاعِ وطن کے لیے تیار ہو جاؤ اور جو وطن کا غدار ہے اُسے کیفرِ کردار تک پہنچاؤ۔

پاکستان شکستہ دل مسلمانوں کی آواز ہے۔ پاکستان بننے پر ہمارے تمام اختلافات ختم ہو گئے۔ پاکستان ہمارا وطن ہے، اس کی سلامتی، اس کی ترقی اور خوشحالی کے لیے انتھک محنت ہم میں سے ہر ایک کا ایمان ہونا چاہیے۔

[امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ]
(لاہور، ۱۹۴۸ء)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 28 شمارہ 9 | ذوالحجہ 1438ھ / ستمبر 2017ء

Regd.M.NO.32

ترتیب

اداریہ	امریکی صدر ٹرمپ کی پاکستان کو دھمکی	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات:	پاکستان، اسرائیل الائنس کے نام سے نئی سازش!	عبداللطیف خالد چیمہ	4
	7 ستمبر کو یوم تحفظ ختم نبوت منایا جائے گا!		
افکار:	دینی مدارس کو غیر مؤثر بنانے کے لیے سرکاری اقدامات	مولانا زاہد الراشدی	6
״	پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کس کے ایجنڈے پر کام کر رہا ہے؟	آصف محمود	9
״	سیاست میں اخلاقیات کا زوال	ڈاکٹر عمر فاروق احرار	12
״	7 ستمبر یوم تشکر، تاریخی پس منظر	ابو مروان معاویہ واجد علی ہاشمی	15
״	روہنگیا مسلمان مظلومیت کے تناظر میں	سید شہاب الدین شاہ	21
دین و دانش:	مقام صحابہ رضی اللہ عنہم تاریخ کے آئینہ میں	حضرت مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ	28
״	عصر حاضر اور قربانی	مولانا محمد سعید الرحمن علوی رحمہ اللہ	30
״	عدل عمرؓ کے نام سے عمرو بن العاصؓ پر سب وشتم	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	34
״	امیر المؤمنین خلیفہ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	محمد عرفان الحق ایڈووکیٹ ہائی کورٹ	37
״	مظلوم مدینہ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	عبدالمنان معاویہ	41
״	احادیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام	حافظ عبیداللہ	44
	اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط: ۱۷)		
ادب:	تو ہی تو ہے (حمد)	محمد فیاض عادل فاروقی	48
״	سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ	محمد سلمان قریشی	49
״	عشق کے قیدی (قسط: ۱۳)	ظفر جی	51
حسنِ انتقاد:	"میاں دو کریم" ــــ ایک انوکھی اور البیلی دنیا کی سیر	حافظ عابد مسعود ڈوگر	55
دعوت حق:	متلاشیانِ حق کو دعوتِ فکر و عمل (مکتوب نمبر ۴)	ڈاکٹر محمد آصف	61
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	63

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی
ابن امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com
محمد نعمان سنجرانی

تزئین
محمد مزمل حمید

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7346095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ــــ 200/- روپے
بیرون ملک ــــ 4000/- روپے
فی شمارہ ــــ 20/- روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل تو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

امریکی صدر ٹرمپ کی پاکستان کو دھمکی

سید محمد کفیل بخاری

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے 22؍اگست کو آرلنگٹن کے فوجی اڈے پر اپنے خطاب میں جنوبی ایشیا اور افغانستان کے لیے نئی امریکی پالیسی جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

''پاکستان، افغانستان میں ہمارا ساتھ دے ورنہ نقصان ہوگا۔ پاکستان اربوں ڈالر لینے کے باوجود دہشت گردوں کو پناہ گاہیں فراہم کرتا ہے۔ 20؍دہشت گرد تنظیمیں پاکستان میں کام کر رہی ہیں۔ جوہری ہتھیار اور ان کی تیاری میں استعمال ہونے والا مواد دہشت گردوں کے ہاتھ نہیں لگنا چاہیے۔ اسلام آباد ہمارا ساتھ دے ورنہ سختی کے ساتھ نمٹیں گے۔ نان نیٹو اتحاد سے نکال کر اقتصادی پابندیاں لگائیں گے اور خطے میں بھارت کا اثر ورسوخ بڑھائیں گے۔ ہماری قوم کو فوجیوں کی قربانیوں کا صلہ چاہیے۔''

امریکی صدر کی پاکستان کو دھمکی کے بعد سب سے پہلا ردِ عمل چین اور پھر روس کی طرف سے آیا۔ دونوں ملکوں نے پاکستان کے خلاف امریکی الزامات کو مسترد کرتے ہوئے نئی پالیسی کو بھی غلط قرار دیا۔ اسی روز پاکستان میں امریکی سفیر ڈیوڈ ہیل نے آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ سے ملاقات کر کے انھیں امریکہ کی نئی افغان پالیسی پر اعتماد میں لینے کی کوشش کی۔ جبکہ وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی نے سعودی عرب پہنچ کر معاملات کو سلجھانے اور پاکستان کے لیے حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ معلوم نہیں کہ وزیر اعظم اپنے مشن میں کس حد تک کامیاب ہوئے؟ جنرل باجوہ نے امریکی الزامات مسترد کرتے ہوئے کہا کہ: ''ہم امریکہ سے کسی بھی قسم کا مالی و مادی فائدے کی بجائے اپنی کوششوں پر اعتماد و اعتراف چاہتے ہیں۔ کسی بھی دوسرے ملک کی طرح پاکستان بھی افغانستان میں امن کا خواہش مند ہے۔ پاکستان میں دہشت گردوں کی کوئی پناہ گاہ نہیں۔ وزیر اعظم کی صدارت میں منعقدہ قومی سلامتی کونسل نے بھی امریکی الزامات مسترد کرتے ہوئے اپنے اعلامیے میں کہا کہ: امریکہ افغانستان میں دہشت گردوں کی پناہ گاہیں ختم کرے۔ پاکستان کو قربانی کا بکرا بنا کر افغانستان میں امن و استحکام نہیں لایا جا سکتا اور نہ ہی افغان جنگ پاکستان میں لڑی جا سکتی ہے۔ اربوں ڈالر امداد کے دعوے گمراہ کن ہیں۔ بھارت خطے میں امن کا ضامن نہیں ہو سکتا۔

اس وقت پاکستان کو شدید مشکلات اور تشویش ناک صورت حال کا سامنا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کر کے وطن عزیز کو مستقبل کے خطرات سے محفوظ کرنا ہوگا۔ وزیر اعظم لیاقت علی خان مرحوم کے دور سے امریکہ کے ساتھ شروع ہونے والا رومانس اپنے منطقی انجام کو پہنچ رہا ہے۔ پاکستان 70؍برس سے امریکہ کا ساتھ دے رہا

ہے۔امریکہ نے ہر موقع پر اپنے مفادات کے لیے ہمیں استعمال کیا۔پھر طوطا چشمی کرتے ہوئے وعدوں سے انحراف کیا، دھوکہ دیا اور نیا ایجنڈا پیش کر کے ڈومور کا مطالبہ کیا۔یہی امریکہ کی تاریخ ہے۔

ٹرمپ کی دھمکی حکمرانوں کی غلط اور کمزور پالیسیوں کا نتیجہ ہے جس کا خمیازہ آج پوری قوم بھگت رہی ہے۔تمام سٹیک ہولڈرز کو ماضی کی ان غلطیوں کا اعتراف کرنا ہوگا جن کی وجہ سے حالات اس نہج پر پہنچے۔حقیقت یہی ہے کہ ماضی میں ڈالروں کے عوض قومی غیرت اور ایمانی حمیت کا سودا کیا گیا۔امریکہ نے ہمیشہ اپنے مفادات کے لیے پاکستان میں سول حکمرانوں کی بجائے ڈکٹیٹروں کو ترجیح دی اور بڑی آسانی اور کامیابی کے ساتھ اپنے اہداف حاصل کیے۔خاص طور پر جنرل پرویز مشرف جس طرح امریکہ کے سامنے سپر انداز ہوئے وہ ہماری تاریخ کی بدترین اور سیاہ ترین مثال ہے۔انھوں نے بیس کروڑ عوام کی دینی وقومی شناخت اور پاکستان کی نظریاتی اساس کی ''ارتھی'' نکال کر ملک وقوم کو استعمار کی غلامی کے قعرِ مذلت میں پھینک دیا۔قومی سلامتی کونسل جس نتیجے پر آج پہنچی ہے، اگر یہ بات اس وقت کہی جاتی تو نتائج مختلف ہوتے لیکن یہاں ریمنڈ ڈیوس اور بلیک واٹر کو آزادی کے ساتھ دہشت گردی کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔امریکی فرماں برداری میں اپنے مسلمان بھائیوں کے قتل میں لاجسٹک سپورٹ فراہم کی گئی اور اپنے ہوائی اڈے امریکی فورسز کو دیے گئے۔

اب امریکی تھیلے سے باگڑ بلا باہر آگیا ہے۔یہ حکمرانوں کے لیے آخری موقع ہے کہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے پاکستان کی بقا وسلامتی کے لیے آخری بازی لگادیں۔محض جذباتی نعروں اور بڑھکوں کی بجائے قومی اتفاق رائے سے ایک مضبوط مؤقف اور مستحکم پالیسی طے کر کے ہمیں آگے بڑھنا ہوگا۔ٹرمپ نے جس امداد کا ذلت آمیز طعنہ دیا ہے وہ 17/سالوں میں 25/ارب ڈالر بنتی ہے جبکہ پاکستان نے امریکی جنگ کا حصہ بن کر 150/ارب ڈالر کا نقصان اٹھایا اور 70/ہزار انسانی جانوں کا ضیاع اس پر مستزاد ہے۔اس طویل عرصے میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو عبرتناک شکست کے سوا کچھ نہیں ملا۔

امریکہ اپنی شکست کا ملبہ پاکستان پر گرانا چاہتا ہے۔جنگ امریکی ایجنڈہ، افغانستان مورچہ اور پاکستان ہدف ہے۔آرمی چیف اور قومی سلامتی کونسل نے جرأت مندانہ مؤقف اختیار کیا ہے، اگر دیانت داری کے ساتھ اس پر استقامت اختیار کریں تو اس مشکل اور بحران سے پاکستان کامیابی کے ساتھ نکل سکتا ہے۔چین، روس اور ایران کی حمایت حوصلہ افزا ہے اور ہمارے لیے آگے بڑھنے کے راستے موجود ہیں۔عارضی اور وقتی فیصلے دیرپا نہیں ہوتے ہمیں مستقل بنیادوں پر فیصلہ کرتے ہوئے دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی نام نہاد جنگ سے علیحدہ ہو جانا چاہیے۔خارجی محاذ پر بھرپور محنت کر کے دیگر ممالک کی حمایت بھی حاصل کرنی چاہیے اور ہمسایہ ممالک سے برادرانہ تعلقات میں بہتری لانی چاہیے۔ان شاء اللہ پاکستان قائم رہے گا اور وطن کے ہر دشمن کا منہ کالا ہوگا۔

پاکستان، اسرائیل الائنس کے نام سے نئی سازش!

عبداللطیف خالد چیمہ

قیام پاکستان سے تقریباً پون سال بعد یہودی ریاست کے طور پر وجود میں آنے والا ''اسرائیل'' صرف عرب دنیا کے لئے نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے سازشوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔

بانی پاکستان محمد علی جناح مرحوم نے اسرائیل کو ''ناجائز بچہ'' قرار دیا تھا، لیکن ان کے بعد بیشتر حکمرانوں اور سیاست دانوں نے انتہائی خفیہ اور نیم خفیہ انداز میں اسرائیل سے تعلقات بنانے بلکہ اس کو تسلیم کروانے کے لئے کئی ہتھکنڈے استعمال کئے۔ ''اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں''

لیکن ایک خطرناک سازش تو تبھی تیار ہوگئی تھی، جب 1952ء میں امریکی سفارت کاروں نے پاکستان کے پہلے وزیرخارجہ (موسیو) ظفراللہ خاں اور امریکہ میں مقیم اسرائیل کے سفیر ''عباعبن'' کے درمیاں ملاقات کروائی گئی۔

قادیانی اسرائیل تعلقات کوئی چھپی ہوئی داستان نہیں بلکہ اس کے تقریباً تمام پہلو پوری طرح بے نقاب ہو چکے ہیں اور جن سیاست دانوں اور بزعم خویش بعض علماء کرام نے بھی اسرائیلی دورے کیے یا ان کو کرائے گئے، وہ اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں جبکہ قادیانی وفود کے اسرائیلی دورے تو معمول کی بات ہے۔

گذشتہ ماہ ''پاکستان اسرائیل الائنس'' کے نام سے نئی تنظیم کی خبریں ذرائع ابلاغ میں آئیں تو یہ معاملہ ہوا کہ برطانیہ میں اس نام سے قائم ہونے والی تنظیم کے پیچھے اسرائیل کی خفیہ ایجنسیاں اور یہودی تنظیموں کے تھنک ٹینک شامل ہیں، جن کا مقصد پاکستان اور اسرائیل کی دوریاں کم کر کے اپنے مذموم عزائم کی طرف آگے بڑھنا ہے۔

اس مقصد کے لئے ایک ویب سائٹ لانچ کی گئی ہے، جس میں پاکستان مخالف مواد شائع اور نشر کرنا مقصود ہے۔ اس ویب سائٹ پر بلوچستان لبریشن آرمی کی علانیہ دہشت گردی کو آزادی کی تحریک قرار دیا گیا ہے۔

پاکستان اسرائیل الائنس کے صدر نور ڈاہری جو پاکستان سے رابطہ کر کے اسرائیل کے قریب لانے کے داعی ہیں کے مضامین ''ربوہ ٹائمز'' پر بھی شائع ہو رہے ہیں، حالانکہ قادیانی اپنی ویب سائٹ پر کسی غیر قادیانی کے مضامین شائع نہیں کرتے، یہیں سے واضح ہوتا ہے کہ الائنس کے نام پر دراصل قادیانیوں کو آگے لایا جارہا ہے۔

اخباری اطلاع کے مطابق پاکستان میں الائنس مافیا نے مولانا خلیل الرحمٰن رحیمی کو ویب سائٹ کا کوارڈینیٹر مقرر کیا ہوا ہے، جو ملائشیا میں دینی مدرسہ چلا رہے ہیں، اور اس الائنس میں شامل اس قسم کے عناصر اپنے آپ کو پاکیزہ مسلم کہلوانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اس یہودی النسب الائنس کی اصل فنڈنگ ''موساد'' کر رہی ہے۔ ایسے میں

اسرائیل کے قیام سے اب تک وطن عزیز پاکستان کے خلاف جو سازشیں منظر عام پر آئیں یا یہودی طریقہ کار کے مطابق جو سازشیں منظر عام پر آنے سے رہ گئیں، ان سب کا بنظر غائر مطالعہ اور ادراک کام کرنے والے ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ یہ وقت ہے کہ ہم پاکستان کے جغرافیائی اور نظریاتی تشخص و استحکام کو یقینی بنانے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں وقف کردیں۔ یہ ملک ہے تو ہم ہیں ورنہ کچھ بھی نہیں۔

نوٹ: اس بابت مزید تفصیلات کے لئے روزنامہ ''اوصاف'' 19 تا 23_اگست 2017ء میں عمر فاروق کی کریڈٹ لائن سے شائع شدہ خبریں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں۔

7 ستمبر کو یوم تحفظ ختم نبوت منایا جائے گا:

آج سے 43 سال قبل پاکستان کی پارلیمنٹ نے فریقین کا موقف سننے کے بعد منکرین ختم نبوت ''لاہوری وقادیانی مرزائیوں'' کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور پھر اس کے بعد پوری دنیا میں اس فیصلہ کی صدائے بازگشت نے منکرین ختم نبوت کو بے نقاب کر کے رکھ دیا۔ ہم نے اپنے محدود وسائل کے ساتھ 7 ستمبر کو یوم ختم نبوت (یوم قرار داد اقلیت) کے طور پر منانے کی بنیاد ڈالی، اللہ کا شکر ہے کہ آج 7 ستمبر کو تمام مکاتب فکر کی طرف سے تقریبات کا ایک ہجوم ہوتا ہے، جس سے ہر سال پاکستان اور بیرون ممالک عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد کو یاد کیا جاتا ہے۔ تحریک ختم نبوت اور تاریخ ختم نبوت کو مثبت انداز میں دہرایا جاتا ہے۔

ان سطور کے ذریعے مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کی جملہ ماتحت شاخوں اور رفقاء احرار کو خاص طور پر ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ 7 ستمبر کو یوم ختم نبوت منانے کا ہر ممکن اہتمام کریں اور پھر اپنی قدیم روایات کے مطابق تمام مکاتب فکر کے مقامی اصحاب کو مدعو کر کے شہدائے ختم نبوت کا تذکرہ کریں، اکابر احرار و ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کریں۔

اُس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم اور اراکین قومی اسمبلی کو بھی یاد رکھیں جنہوں نے اتنا بڑا اور مبارک فیصلہ کر کے امت کے چودہ سو سالہ متفقہ عقیدے کے تحفظ کی آئینی جنگ لڑی، لیکن اس کے باوجود قادیانی اسلامی اصطلاحات اور شعائر اسلامی کو بے دریغ استعمال کرتے رہے۔ 1984ء میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اس حوالہ سے تحریک چلی اور صدر محمد ضیاء الحق مرحوم نے 26 اپریل 1984ء امتناع قادیانیت ایکٹ کا اجراء کیا جو بعد میں قانون کے مطابق تعزیرات پاکستان کا حصہ بنا۔

جس کے نتیجہ میں قادیانی سربراہ مرزا طاہر احمد لندن فرار ہوگیا اور وہاں بیٹھ کر پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے لگا۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دستور پاکستان کی بالادستی اور دستور کی اسلامی دفعات، جو عالمی طاقتوں کی زد میں ہیں کے تحفظ کی آئینی جدوجہد کو مربوط اور منظم کرنے والے بن جائیں تاکہ اسلام، ختم نبوت اور پاکستان کے دشمن ناکام و نامراد ہوں، اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ وماعلینا الا البلاغ المبین

دینی مدارس کو غیر مؤثر بنانے کے لیے سرکاری اقدامات

مولانا زاہد الراشدی

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر مولانا فضل الرحمان نے گزشتہ روز وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اور مختلف مکاتب فکر کے دیگر سرکردہ علماء کرام کے ہمراہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف سے ملاقات کر کے بہت سے قومی و ملکی مسائل کے علاوہ ان سے دینی مدارس کو درپیش مشکلات و معاملات پر بھی گفتگو کی۔ جبکہ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کی سربراہی میں ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' کے راہنماؤں کے ایک وفد نے چیف سیکرٹری پنجاب، ہوم سیکرٹری، آئی جی پولیس اور دیگر افسران بالا کے ساتھ تفصیلی ملاقات کر کے انہیں دینی مدارس کے حوالہ سے اپنے تحفظات وخدشات سے آگاہ کیا۔ ان ملاقاتوں کا عملی نتیجہ کیا نکلتا ہے اس کے بارے میں چند روز تک صورتحال سامنے آجائے گی اور خاص طور پر عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی کھالوں کے مسئلہ پر دینی مدارس کے ساتھ مختلف اضلاع کی انتظامیہ کے طرز عمل سے اس کا اندازہ ہو جائے گا۔ مگر دینی مدارس کے ساتھ ملک بھر میں بالعموم اور سندھ و پنجاب میں خاص طور پر انتظامی افسران کا موجودہ رویہ بہرحال توجہ طلب ہے۔

بدقسمتی سے ہماری سول انتظامیہ کی تشکیل نوآبادیاتی دور میں ہوئی تھی جبکہ آزادی اور قیام پاکستان کے بعد بھی مسلسل 70 برس سے اس کی تعلیم و تربیت کے سانچے بدستور وہی چلے آرہے ہیں۔ اس لیے مغرب سے آنے والی ہوا ہی اسے راس آتی ہے اور اسی فضا میں ملک کے نظام و قانون کو ابھی تک چلایا جا رہا ہے۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث مبارکہ میں پیشگوئی کے طور پر اپنی امت کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ تم بھی یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلو گے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں یا کریں گے تم اس سے بالشت بھر بھی پیچھے نہیں رہو گے۔ چنانچہ یہی کچھ ہو رہا ہے، مغربی اقوام جو کچھ کرتی ہیں وہی کچھ کرنا ہمارے ہاں معاشرتی فریضہ قرار پاتا ہے اور مغرب کی بالادستی میں چلنے والے ادارے جو کہہ دیتے ہیں اس پر عملدرآمد ہماری ذمہ داری سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس تعمیل حکم میں ہم معاشرتی ضروریات اور زمینی حقائق تک کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ہمارے حکمرانوں کو یہ بات سوجھی کہ مغربی ممالک میں موسم سرما کے دوران گھڑی کی سوئیوں کو ایک گھنٹہ پیچھے کر لیا جاتا ہے اس لیے ہمیں بھی یہ ضرور کرنا چاہیے۔ حکمرانوں کی خدمت میں ہم فقیروں کی طرف سے گزارش کی گئی کہ ان ممالک کی ضرورت تو کسی حد تک سمجھ میں آتی ہے کہ برطانیہ میں موسم گرما اور موسم سرما کے درمیان دن رات کا فرق کم وبیش آٹھ گھنٹے تک پہنچ جاتا ہے اس لیے انہیں اس دوران اس کی ضرورت پڑ جاتی ہے جبکہ ہمارے ہاں دن رات کا یہ فرق چار گھنٹے کے اردگرد ہی رہتا ہے، ہمیں اس کی کچھ

خاص ضرورت نہیں ہے۔ ہماری اس گزارش کو''مولویانہ'' سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا کہ جب مغرب میں ایسا ہوتا ہے تو ہمیں بھی ایسا کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایسا کر دیا گیا مگر یہ سلسلہ ایک سال سے آگے نہ بڑھ سکا اور یہ آرڈر اگلے سال ہی واپس لے لیا گیا۔

دینی مدارس کے حوالہ سے بھی کچھ اسی قسم کی آنکھ مچولی جاری ہے۔ مغربی فلسفہ ونظام اور عالمی اداروں کو پاکستان بلکہ جنوبی ایشیا میں دینی مدارس کا یہ تعلیمی نظام اپنے تہذیبی وفکری اہداف میں رکاوٹ دکھائی دے رہا ہے اور وہ انہیں ختم کرنے یا ان کے تعلیمی ومعاشرتی کردار کو غیر مؤثر بنانے کے درپے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ایک مہم یہ تھی کہ سرکاری اور بین الاقوامی امداد کے نام پر ان کے مالیاتی معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے اور اس کے ذریعہ تعلیمی وانتظامی کنٹرول کے دائرے میں انہیں جکڑ دیا جائے۔ مگر پاکستان کے دینی مدارس کے تمام وفاقوں نے ملکی اور بین الاقوامی دونوں حوالوں سے سرکاری امداد قبول کرنے سے انکار کر کے اپنی تعلیمی وانتظامی خودمختاری کا تحفظ کیا۔ پھر اس کے بعد دوسرا حربہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ مدارس کے ساتھ مالی تعاون کی سپلائی لائن کاٹ دی جائے اور مختلف حوالوں سے ایسا ماحول پیدا کر دیا جائے کہ لوگ ان کے ساتھ تعاون کرنا چھوڑ دیں۔

عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی کھالیں دینی مدارس کا ایک بڑا ذریعہ آمدن ہوتی ہیں مگر گزشتہ چند سالوں سے مختلف علاقوں میں دینی مدارس پر یہ ناجائز قدغن عائد کر دی گئی ہے کہ وہ انتظامیہ کی طرف سے باقاعدہ اجازت نامہ کے بغیر یہ کھالیں وصول نہیں کر سکتے۔ حالانکہ قربانی کی کھال اگر کھال ہی کی شکل میں دی جائے تو وہ قربانی کے باقی گوشت کی طرح ہدیہ ہوتی ہے، قربانی کرنے والے کی ذاتی مرضی ہے کہ وہ جس کو چاہے دے۔ گویا یہ پابندی قربانی کرنے والوں پر عائد کی جا رہی ہے کہ وہ قربانی کے جانور کا کوئی حصہ سرکاری افسر کی مرضی کے بغیر کسی کو نہیں دے سکتے۔ یا قربانی کے گوشت یا پائے وغیرہ وصول کرنے والوں کو پابند کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی گھر سے قربانی کے جانور کا گوشت یا پائے وغیرہ حاصل کرنے سے پہلے ڈپٹی کمشنر صاحب سے اجازت نامہ لیں۔

اسی طرح اب حکومت پنجاب چیریٹی ایکٹ کے نام سے ایک قانون لا رہی ہے کہ کوئی شخص زکوٰۃ بھی سرکاری اجازت کے بغیر کسی کو نہیں دے سکے گا۔ جبکہ زکوٰۃ وصدقات کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ وہ ظاہر کر کے بھی دیے جا سکتے ہیں مگر ''وان تخفوھا وتوتوھا الفقراء فھو خیر لکم'' کہ چھپا کر مستحقین کو دینا زیادہ بہتر ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زکوٰۃ وصدقات کے بارے میں فرمان ہے کہ ''**لا تعلم شماله ما تنفق يمينه**'' کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ نے اپنے دور خلافت میں ''اموال ظاہرہ'' اور ''اموال باطنہ'' کا فرق قائم کر کے ''اموال باطنہ'' کی زکوٰۃ ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق کہیں بھی خرچ کرنے کا حق دے دیا تھا جو آج تک امت میں اجماعی طور پر چلا آ رہا ہے۔ اموال باطنہ سے مراد کسی بھی شخص کی وہ دولت ہے جو سرکل میں نہیں ہے اور وہ اسے اپنے محفوظ اثاثے کے طور پر بچا کر رکھے ہوئے ہے۔ اس حکم کا بنیادی مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی

شخص کے ذاتی اور محفوظ اثاثوں میں زکوٰۃ کی وصولی کے نام پر سرکاری افسران کو مداخلت کے حق دینے سے اس کی ''سیکریسی'' مجروح ہوتی ہے جس کا تحفظ اس کے حقوق میں شمار ہوتا ہے۔

پھر نماز کی طرح زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور قرآن کریم نے دونوں کو جا بجا اکٹھے ذکر کیا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کو سرکاری اجازت نامے پر موقوف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کل نمازیوں کی فہرست مرتب کرنے کے لیے بھی کوئی محکمہ قائم کر دیا جائے گا اور اس کی ادائیگی کے لیے این او سی کا حصول ضروری قرار دے دیا جائے گا۔ مگر ہمارے افسران کرام کو اس مجوزہ ''چیریٹی ایکٹ'' کی شرعی نزاکتوں اور معاشرتی اثرات سے کوئی غرض نہیں، ان کا مقصد تو دینی مدارس کے ذرائع آمدنی کو کنٹرول کرنا ہے اور دینی مدارس کے خلاف بین الاقوامی اداروں کے حکم کی تعمیل کرنی ہے جس کے لیے وہ ہر وقت تیار ہیں۔

لیکن کیا اس قسم کے اقدامات سے یہ مقصد حل ہو جائے گا؟ یہ بات بجائے خود محل نظر ہے۔ اس سلسلہ میں دو ذاتی مشاہدے عرض کرنا چاہوں گا۔ ابھی چند روز قبل جوہر ٹاؤن لاہور کے مدرسہ مفتاح العلوم میں نئے تعمیر ہونے والے ''قرآن ہال'' کی افتتاحی تقریب میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، میں نے مدرسہ کے منتظمین سے ''قرآن ہال'' کی تعمیر کے اخراجات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ایک صاحب خیر نے یہ ہال خود تعمیر کرا کے دیا ہے اور وہ اپنا نام ظاہر کرنے کو پسند نہیں کرتے۔ اسی طرح ہمارے گوجرانوالہ کے ایک دوست اسلام آباد میں سرکاری افسر تھے جن کا انتقال ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے، آمین۔ وہ دیگر مدارس کی خدمت کے ساتھ الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ کے مدرسہ کو بھی دس ہزار روپے سالانہ دیا کرتے تھے جس کی انہیں رسید دی جاتی تھی۔ گزشتہ رمضان المبارک میں ان کے بھانجے نے دس کی بجائے بیس ہزار روپے دیے اور بتایا کہ ماموں نے بھجوائے ہیں اور کہا ہے کہ اس کی رسید نہیں کاٹنی۔

چنانچہ ہماری بیوروکریسی کو اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ ان کے اس ''چیریٹی بل'' کا مدارس کے نظام پر کچھ خاص فرق نہیں پڑے گا کہ جس نے مدرسہ کو رقم دینی ہے اس نے بہرحال دینی ہے، البتہ وہ احتیاط کے پیش نظر اپنے نام کی رسید نہیں کاٹنے دے گا۔ لیکن اس سے دینی مدارس کو ''ریگولرائز'' کرنے اور ان کے حسابات کو چیکنگ کے دائرے میں لانے کے سرکاری منصوبے غیر مؤثر ہو جائیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ عامۃ المسلمین اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلوانا چاہتے ہیں اور ان کے دلوں میں دینی تعلیم کی ضرورت کا احساس دن بدن گہرا ہوتا جا رہا ہے جس کے لیے دینی مدارس کے علاوہ اور کوئی انتظام موجود نہیں ہے۔ اس لیے جب تک دینی مدارس کی یہ معاشرتی ضرورت برقرار رہے گی ان کے ساتھ عوام الناس کے تعاون کا سلسلہ بھی برقرار رہے گا، اور ہماری سرکار کے ذریعے سے کیے جانے والے بین الاقوامی اقدام وقتی اور ناپائیدار ثابت ہوتے رہیں گے۔ لہٰذا بیوروکریسی کے افسران کو اتنی بات تو ضرور سمجھ لینی چاہیے کہ ''زکوٰۃ'' ایک عبادت ہے اور عبادت کے لیے کسی سرکاری افسر کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی کہ جناب والا! مجھے یہ عبادت کتنی، کب اور کہاں ادا کرنی ہے؟''

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کس کے ایجنڈے پر کام کر رہا ہے؟

آصف محمود

این جی اوز نے اس ملک میں جو فکری واردات ڈالی ہے اس کا تو اندازہ تھا لیکن یہ خبر نہ تھی کہ این جی اوز اور ان کے فکری پیادے اپنی واردات میں اس حد تک کامیاب ہو چکے ہیں۔ صبح دم اخبارات کا مطالعہ کیا تو دل لہو سے بھر گیا۔ چھانگا مانگا کی چھاؤں میں بیٹھ کر پہلے سیاست کو شرافت کا نیا رنگ دیا گیا، اس کے بعد گداگران سخن پر نوازشات کے دریا بہا کر صحافت کو شرافت کا نیا رنگ دیا گیا۔ چاند ماری کا نیا میدان اب نصاب تعلیم ہے۔ کسی کو خبر ہی نہ ہوئی اور رنگسازوں نے نصاب کو بھی شرافت کا 'نیا رنگ' دے دیا ہے۔

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے نابغوں نے نصاب تعلیم میں تبدیلی کی ہے۔ حیرت ہوتی ہے آدمی اتنا غیر ذمہ دار بھی ہو سکتا ہے۔ جماعت اول کے قاعدے میں ق سے قرآن، قینچی اور قلم لکھا تھا، اس میں سے لفظ قرآن نکال دیا گیا ہے قینچی اور قلم البتہ باقی ہیں۔ تیسری جماعت کی اردو کی کتاب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سبق تھا جس میں سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی تھی، یہ سبق بھی ختم کر دیا گیا ہے۔ تیسری جماعت کی انگریزی کی کتاب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر ایک مضمون تھا وہ بھی ختم کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ ہیلن کیلر کی ایک تحریر شامل کر لی گئی ہے۔ تیسری جماعت ہی کے نصاب میں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک مضمون تھا وہ نکال دیا گیا ہے، ایک مضمون مسجد کی تکریم کے حوالے سے تھا اسے بھی ختم کر دیا گیا ہے۔ خانہ کعبہ کی ایک تصویر تھی وہ بھی برداشت نہ ہو سکی اسے بھی نکال دیا گیا، ایک تصویر گنبد خضرا کی تھی سیکولر انتہا پسندی اسے بھی برداشت نہ کر سکی، یہ تصویر بھی نکال دی گئی۔ بچوں کی تربیت و آگہی کے لیے حجر اسود، مقام ابراہیم، غار حرا کی تصاویر تھیں یہ تصاویر بھی ان سے برداشت نہ ہوئیں اور نکال دی گئیں۔ بادشاہی مسجد اور فیصل مسجد کی تصاویر بھی نکال دی گئی ہیں۔ ایک تصویر میں ایک قاری صاحب بچوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے یہ تصویر بھی نکال دی گئی۔ یہ تمام چیزیں جن کا تعلق مذہب سے تھا ان سے برداشت نہ ہو سکیں لیکن انہوں نے صرف اسی پر بس نہیں کی۔

ان سے وہ چیزیں بھی برداشت نہ ہو سکیں جن کا تعلق پاکستان سے تھا۔ اردو کی تیسری کتاب سے پاکستان کا نقشہ نکال دیا، پانچویں جماعت کی انگریزی کی کتاب سے قائداعظم پر ایک سبق تھا وہ ان سے برداشت نہ ہو سکا، چوتھی جماعت کی اردو کی کتاب سے یوم آزادی اور مینار پاکستان کے اسباق نکال دیے گئے، تیسری جماعت کی انگریزی کی کتاب سے

ہمارا پرچم نکال دیا گیا، تیسری جماعت کی اردو کی کتاب سے اقبال اور شاہین کی تصویر نکال دی گئیں۔ تیسری جماعت کی اردو کی کتاب میں میجر عزیز بھٹی شہید کے بارے میں ایک سبق تھا وہ بھی نکال دیا گیا۔ یہ سارے اقدامات اس حکومت کے دور میں ہوئے جس نے نواز شریف صاحب کی زندگی پر لکھی ایک درباری کی تصنیف کو تعلیمی اداروں کی لائبریری میں رکھے جانے کا بین السطور حکم جاری فرمایا تھا۔

جب اس پر اعتراض کیا جائے تو آگے سے یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ اسلام ہم اسلامیات میں پڑھا رہے ہیں اور مطالعہ پاکستان کا بھی الگ سے مضمون ہے تو اب ہم مذہبی یا قومی موضوعات اردو اور انگریزی میں دوبارہ کیوں شامل کریں۔ یہ ایک کمزور دلیل ہے۔ ابتدائی کلاسز کے بچوں کو انگریزی اس لیے نہیں پڑھائی جاتی کہ وہ انگریز تہذیب کے فرزند بن جائیں، نہ ہی وہ انگریزی ادب میں ماسٹرز کر رہے ہوتے ہیں۔ یہاں مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ انہیں یہ زبان سمجھ آ جائے اور وہ اس میں ابلاغ کے قابل ہو سکیں۔ اب اس مرحلے میں اگر مذہب یا پاکستان سے متعلق دو چار مضامین شامل ہو جائیں تو اس میں کیا قباحت ہے۔ یہی معاملہ اردو کا ہے۔ جب بچے اردو پڑھ رہے ہیں تو یہ ہماری قومی زبان ہے۔ قومی زبان اپنے مذہب، ثقافت، فنون لطیفہ، قومی مشاہیر اور اپنی تاریخ سے یکسر لاتعلق ہو کر پڑھانے پر اصرار کیوں ہے۔ زبان کی نزاکتوں اور فن کو بھی پڑھایئے لیکن ایک حد تک مذہب اور پاکستانیت کو شامل نصاب کر لینے میں کیا مسئلہ ہے؟

معاملہ اب بہت واضح ہے۔ مذہب اور مذہب سے وابستہ تمام علامات اب قابل قبول نہیں ہیں۔ مذہب ہی نہیں، انہیں اب پاکستانیت سے بھی نزلہ، زکام، کالی کھانسی اور تپ دق لاحق ہو جاتا ہے۔ اب قائداعظم کو جناح صاحب کہنے پر اصرار ہے اور اقبال سے بغض نمایاں ہے۔ اب جھنڈا لہرانے پر بھی اعتراض ہے۔ اب چھ ستمبر منانے پر بھی یہ بدمزہ ہوتے ہیں۔ یہ ایک مکمل واردات ہے جس کے دو پہلو ہیں۔ اول: سماج کو اسلام سے ہر ممکن حد تک دور کر دیا جائے۔ دوم: سماج کو اتنی ملامت کی جائے کہ یہ پاکستانیت کو بھی فخر کا عنوان نہ بنا سکے۔ یہ اپنی تاریخ، تمدن، کلچر، فنون لطیفہ، زبان، مشاہیر، قومیت، مذہب کسی ایک کا ذکر بھی بانکپن کے ساتھ نہ کر سکے۔ یہ اپنے معاملات کو مسلمان اور پاکستانی کی آنکھ سے نہ دیکھ پائے۔ یہ اپنا فلسفہ حیات خود متعین نہ کر سکے۔ اسے فکری طور پر اتنا مفلوج کر دیا جائے کہ یہ اقبال غالب وغیرہ کا نام نہ لے بلکہ شیکسپیر کو ادب کا ہمالہ سمجھے، یہ امام شامل اور علی گیلانی کی بات نہ کرے یہ صرف جارج واشنگٹن اور چی گویرا کو عزیمت کا ہمالہ سمجھے، یہ اپنی ادبی، سماجی، معاشرتی، عسکری، تہذیبی ہر رنگ میں شکست خوردہ اور معذرت خواہانہ طرز عمل کا اسیر ہو جائے۔ اس کی ہر بنیاد کو ہلا دیا جائے۔ تاکہ اسے مرضی کے قالب ڈھالنا آسان ہو۔ اول یہی کام این جی اوز نے کیا۔ الا ماشاء اللہ، انہوں نے پڑھے لکھے نوجوانوں کو پیسے تھمائے اور ساتھ ایک ایجنڈہ بھی۔ یوں ایک فکری وائرس معاشرے کو مفلوج کر

گیا۔اب یہ حضرات ان کے فکری پیادے ہیں اور مذہب سے لے کر پاکستانیت تک کوئی چیز انہیں پسند نہیں۔لاشعوری پسپائی کا عمل جاری ہے

انہوں نے کوئی ایک علامت ایسی نہیں رہنے دی جو مقامی ہو اور جس کا ذکر فخر سے کیا جا سکے۔ہم آج بھی درخواست لکھتے ہیں تو کہتے ہیں :I beg to say۔ اردو ہماری قومی زبان ہے لیکن اردو بولنا کم علم ہونے کی علامت بنا دی گئی۔جون جولائی کی گرمی میں ہمارے وکیل حضرات پینٹ کوٹ اور ٹائی لگا کر انگریزی زبان میں کیس پیش کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ کمرہ عدالت میں موجود تمام شخصیات اردو سمجھ سکتی ہیں۔

اب تک یہ معاملہ فکری سطح تک محدود تھا۔لیکن اب آہستہ آہستہ کچھ عملی اقدامات بھی ہونا شروع ہو گئے ہیں۔این جی اوز کے فکری پیادے اور شرافت کی سیاست بغل گیر ہوتی نظر آ رہی ہے۔ابتدائی طور پر یہ تعلق خاطر جمہوریت کے تحفظ کے عنوان کے تحت قائم ہوا لیکن اب معاملہ کافی سنگین ہوتا جا رہا ہے۔پہلے مرحلے میں یوم اقبال کی چھٹی ختم کی گئی اور ارشاد ہوا کہ کام کام اور کام کی ضرورت ہے۔کام کی افادیت سے انکار نہیں لیکن مشاہیر کے ایام منانے میں ایک معنویت ہوتی ہے اور ساری دنیا یہ کام کرتی ہے۔اب بات آگے بڑھ رہی ہے۔اب نصاب سے ایک ایک کر کے مذہب اور پاکستانیت کی علامات کو رخصت کیا جا رہا ہے۔علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے امتحانی پرچے میں اگر میٹرک کے طلباء یہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ اپنی بڑی بہن کی فزیک پر نوٹ لکھیں تو یہ محض اتفاق نہیں ہے۔اس میں یہ اہتمام شامل ہے کہ مضمون بڑی بہن پر لکھا جائے۔پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی نئی کتب پر سینیئر کنسلٹنٹ نکولس شا کا نام شائع ہونا بتا رہا ہے کہ معاملہ اتنا سادہ نہیں ہے ۔مبینہ طور پر یہ نصاب 'ٹیمو' نامی ایک این جی او کی مشاورت سے مرتب ہو رہا ہے،جس میں برٹش کونسل کے لوگ بھی شامل ہیں۔اب سوال یہ کیا این جی اوز ہمارے نصاب کا تعین کیا کریں گی؟اس سلسلے کی سنگینی کو محسوس کیا جانا چاہیے۔ہمیں معتدل رویوں کی ضرورت ہے لیکن محسوس یہ ہو رہا ہے کہ ہم مذہبی انتہا پسندی کے بعد سیکولر انتہا پسندی کی دلدل میں اتر رہے ہیں۔مکرر عرض ہے کہ اس دانش کے آزار سے ہشیار رہیے جس کے فکری شجرہ نسب میں کسی این جی او کا نام آتا ہے۔

سیاست میں اخلاقیات کا زَوال

☆ڈاکٹر عمر فاروق احرار

ایک وقت تھا کہ سیاست شرافت کی علامت تھی اور اب نشانِ عبرت ونکبت ہے۔کبھی خدمت تھی۔اب کاروبار ہے۔کبھی آداب ومروت سے عبارت تھی اور اب سراسر تحقیر وتذلیل کا ڈھیر ہے۔لحاظ ومروّت کبھی سیاست کے جوہر گنے جاتے تھے اور اب یہ عزت وعصمت کی نیلامی کی آماج گاہ ہے۔وقت نہیں بدلا،بعض نابالغ ونیم پختہ سیاسی فرزندوں نے اخلاقیات کو منڈی کی جنس اور اِختلاف کو گالی بنادیا گیا ہے۔نتیجہ عائشہ گلالئی کی اُبکائیوں کی صورت میں سامنے ہے۔ الزامات نے شرم وحیا کا سر جھکا دیا ہے۔ابھی کل کی بات ہے کہ ایسے ہی شرمناک الزامات عائشہ احد نامی خاتون نے مسلم لیگ ن کے شریفوں پر بھی عائد کیے تھے۔اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا تھا کہ جب حیا اُٹھ جائے تو پھر جو جی میں آئے کرو۔نہ اُنھیں کچھ پرواہ ہے کہ جنھیں الزام دیا گیا اور نہ اُن کی پیشانی پر کوئی بل ہے کہ جو مظلومیت کا واویلا کیے جارہی ہیں۔دُکھ تو یہ ہے کہ طرفین میں کوئی ایک بھی ایسا شریف النفس آمادۂ عمل نہیں کہ جو اِس طوفانِ بدتمیزی کے آگے بند باندھ سکے!

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ملکی سیاست میں اخلاقیات زوال پذیر ہوتی گئیں۔لیاقت علی خان نے مسلم لیگ کے تقدس کا وَاویلا کرکے حزبِ اختلاف کو غدار کہہ ڈالا۔یہ سلسلہ ایسا چلا کہ رُکنے کا نام نہیں لے رہا۔لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد اَیوب خان کا دور آیا۔انتخابات میں فاطمہ جناح ایوب خان کے مقابل ہوئیں تو سرکاری مشینری فاطمہ جناح کی کردارکشی پر صرف کردی گئی۔اخلاقی قدروں کی رُسوائی اور بہتان تراشی کے سیلاب میں فاطمہ جناح کو شکست سے دوچار کردیا گیا۔یہ بنیادی واقعات تھے کہ جن پر ہمارے مستقبل کی طرزِ سیاست کی بنیاد پڑی۔آج جو موجودہ سیاسی ماحول میں عزت واِحترام، اخلاق وکردار اور اَدب ولحاظ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے تو اس کا آغاز پاکستان کے ابتدائی سیاست دانوں کے ہاتھوں ہی ہو چکا تھا۔شرافت ودِیانت جب عنقا ہو جائے تو بدعنوانی، حرام خوری اور بداَخلاقی کا رَاج ہو جاتا ہے اور صادق واَمین کی ڈُھنڈیا پڑ جاتی ہے۔

چالیس کی دہائی میں قائداعظم نے مولانا ابوالکلام آزاد کو کانگریس کا ''شو بوائے'' کہہ ڈالا۔کوئی اور ہوتا تو لوہا گرم دیکھ کر تُرت جوابی جملہ چست کرتا،مگر مجال ہے کہ مولانا آزاد نے پلٹ کر جواب میں ایک لفظ بھی کہا ہو۔ بلکہ اگر کسی نے دریافت کیا بھی تو بس یہی کہا کہ ''میرے بھائی! موسمی ہوائیں ہیں،گزر جائیں گی۔'' اتنے قیامت آسا صبر وتحمل

☆مرکزی ناظم نشرواشاعت مجلس احرار اسلام پاکستان

کے لیےفولادی جگر چاہیے۔مخالف کی تند و تیزی کے جواب میں تہذیب و شائستگی ملحوظ رکھنا ہی عظمت کی دلیل ہے، کیونکہ اعترافِ عظمت کے لیےبھی صاحبِ عظمت ہونا ضروری ہوتا ہے۔تحریک پاکستان کے دوران ممتاز دیوبندی بزرگوں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا اشرف علی تھانوی میں شدید سیاسی اختلاف تھا۔مولانا مدنی کانگریس اور مولانا تھانوی مسلم لیگ کے مؤقف کے حامی تھے۔مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ اگرچہ حضرت مدنی کو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے سیاسی مسلک سے اختلاف تھا،لیکن ان کے قلب میں نہ صرف حضرت تھانوی کی قدر و منزلت کم نہ تھی، بلکہ وہ حضرت تھانوی کے ساتھ اپنے بڑوں جیسا معاملہ ہی فرماتے تھے، چنانچہ مجھے یاد ہے کہ عین اس زمانے میں جبکہ حضرت تھانوی اور حضرت مدنی کا سیاسی اختلاف الم نشرح ہو چکا تھا،۔ایک مرتبہ حضرت مدنی نے دیوبند کے بعض اساتذہ سے کہا کہ عرصہ ہوا ہمارا تھانہ بھون جانا نہیں ہو،اور حضرت تھانوی کی زیارت کو دل چاہتا ہے، چنانچہ حضرت مدنی اور دارالعلوم دیوبند کے بعض دوسرے اساتذہ تھانہ بھون کے لیے روانہ ہوئے۔اتفاق سے گاڑی رات گئے تھانہ بھون پہنچی،اور یہ حضرات ایسے وقت خانقاہ کے دروازے پر پہنچے کہ خانقاہ بند ہو چکی تھی۔ان حضرات کو یہ معلوم تھا کہ خانقاہ کا نظام الاوقات مقرر ہے،اس لیے نہ اِس نظام کی خلاف ورزی مناسب سمجھی اور نہ حضرت تھانوی کو رات گئے تکلیف دینا پسند کیا، چنانچہ حضرت مدنی اپنے ساتھیوں سمیت خانقاہ کے دروازے کے سامنے چبوترے ہی پر لیٹ کر سو گئے۔حضرت تھانوی فجر کی اذان کے وقت جب اپنے مکان سے خانقاہ کی طرف تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ باہر چبوترے پر لیٹے ہیں۔ اندھیرے میں صورتیں نظر نہ آئیں۔چوکیدار سے پوچھا تو اُس نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔قریب پہنچ کر دیکھا تو حضرت مدنی اور حضرت مولانا اعزاز علی جیسے حضرات تھے۔حضرت تھانوی نے اچانک انہیں دیکھا تو مسرور بھی ہوئے اور اس بات کا صدمہ بھی ہوا کہ یہاں پہنچ کر اِس حالت میں اُنہوں نے رات گزاری، چنانچہ اُن سے پوچھا کہ حضرت! آپ یہاں کیوں سو گئے؟ تو حضرت مدنی نے فرمایا کہ ہمیں معلوم تھا کہ آپ کے یہاں ہر چیز کا نظم مقرر ہے۔خانقاہ اپنے مخصوص وقت پر بند ہو جاتی ہے،اور پھر نہیں کھلتی۔حضرت تھانوی نے فرمایا کہ خانقاہ کا تو نظم بلاشبہ یہی ہے،لیکن غریب خانہ تو حاضر تھا،اور اِس پر تو آپ جیسے حضرات کے لیے کوئی پابندی نہ تھی۔حضرت مدنی نے فرمایا کہ ہم نے رات گئے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔غرض اس طرح یہ حضرات تھانہ بھون گئے،اور ایک دو روز رہ کر واپس تشریف لائے۔''

اِسی طرح کا سیاسی اختلاف مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے مابین بھی تھا۔دونوں حضرات کا قیام دیوبند ہی میں تھا۔ایک دن دارالعلوم دیوبند میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی رہائش گاہ کے پاس حضرت مدنی رحمہ اللہ کے حامی طلباء نے چند پرچیاں پھینکیں،جن میں نامناسب اور ناشائستہ جملے لکھے گئے تھے۔حضرت مدنی کو جب اِس کا

علم ہوا تو تمام طلباء کو مسجد میں جمع کر کے حضرت عثمانی کے مقام و مرتبہ سے انہیں آگاہ کرتے ہوئے خطاب فرمایا اور آخر میں فرمایا کہ: ''جن طلباء نے یہ پرچیاں پھینکیں، میں اور تو کچھ نہیں کر سکتا، البتہ رات کے آخری حصے میں اُٹھ کر اُن کے لیے بد دعا کروں گا۔'' اب ایسی عظمتوں کے مالک کہاں ہیں؟

زندگی کے ہر شعبے کے لیے اخلاقی اقدار کی اہمیت ہے، مگر سیاست کے بازی گر اَپنے آپ کو اَخلاقیات کے دائرے میں پابند رکھنا ہی نہیں چاہتے۔ ٹی وی چینلز پر بھی اُنہی تیس مار خان سیاست دانوں کو بلایا جاتا ہے جو زُبان کی قینچی سے مقابل کے حصے بخرے کرنے اور کھردرے الفاظ کی نوک سے مخالف کے بخیے اُدھیڑنے کے گُر جانتے ہوں۔ پارلیمنٹ میں بدزبانی، گالم گلوچ اور غلاظت میں لتھڑے ہوئے الزامات روٹین کا حصہ ہیں۔ جنہیں عموماً غیر پارلیمانی الفاظ قرار دے کر پارلیمانی کارروائی سے حذف کرنا پڑتا ہے۔ ایسی عامیانہ زبان نہ تو چوک کے تھڑوں پر اور نہ دیہات کی چوپالوں میں اِستعمال کی جاتی ہے۔ یہ تھوہر کے زہریلے اور نیم جیسے تلخ پھول صرف اُنہی کے منہ سے جھڑتے ہیں جو اَعلیٰ تعلیم یافتہ اور مہذب ہونے کے دعوے دار ہیں اور جن کے نزدیک علماء اور دِینی طبقہ بنیاد پرست، جاہل اور اُجڈ ہے۔ شنید ہے کہ فرانسیسی حکومت ملکی سیاست میں بہتر اَخلاقیات کے لیے قانونی اصلاحات کا ایک منصوبہ متعارف کرا رہی ہے، جس کے بعد سیاستدانوں اور وُزرا کے لیے اقربا پروری مشکل ہو جائے گی اور قانوناً سیاست میں اخلاقیات کی اہمیت بڑھ جائے گی۔ کاش ہمارے سیاست دانوں کے لیے بھی کوئی ایسا کوڈ آف کنڈکٹ نافذ کیا جاتا! تاکہ اُن کے اخلاقی رویّے اور کردار میں تبدیلی کے آثار نمودار ہو سکتے! ہمارے سیاسی رہنماؤں کو بھی علم ہوتا کہ ذاتی کردار اور اِجتماعی معاملات دونوں میں آدمی کو بے عیب اور شفافیت کا حامل ہونا چاہیے اور وہ یہ کہنے کی جسارت کبھی نہ کر سکتے کہ ''میں شراب پیتا ہوں، غریبوں کا لہو تو نہیں پیتا۔''

عثمانؓ معیار ہدایت ہیں

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب آنے والے ایک فتنے کا تذکرہ کیا تو وہاں قریب سے ایک شخص چہرہ ڈھانپے ہوئے گزر رہا تھا ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہوگا میں نے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ میں نے انہیں پہلو سے تھام کر چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا اور ان سے کپڑا ہٹا کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ شخص؟ تو فرمایا: ہاں! سو وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ اسنادۂ صحیح (مسند احمد، 242/4)

7 ستمبر یوم تشکر، تاریخی پس منظر

ابومروان معاویہ واجد علی ہاشمی

گورنمنٹ برطانیہ نے ۱۸۶۹ء کے شروع میں برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں برطانوی اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد سرولیم کی زیر قیادت ہندوستان میں بھیجا تا کہ اس بات کا کھوج لگایا جاسکے کہ ہندوستانی مسلمانوں کو کس طرح رام کیا جاسکتا ہے۔ یہ برطانوی وفد ایک سال ہندوستان میں رہا اور حالات کا جائزہ لیتا رہا اس وفد نے "The Arrival of British Empire in India" ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد کے عنوان سے دو رپورٹس لکھیں جس میں انھوں نے لکھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی اور مذہبی پیشواؤں کی اندھادھند پیروکار ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص مل جائے جو الہامی سند پیش کرے تو ایسے شخص کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر اس سے برطانوی مفادات کے لیے مفید کام لیا جاسکتا ہے۔ (رپورٹ انڈیا آفس لائبریری لندن) چنانچہ رپورٹ کو سامنے رکھتے ہوئے تاج برطانیہ کے حکم پر ایسے موزوں اور با اعتبار شخص کی تلاش شروع ہوئی جو برطانوی حکومت کے استحکام اور مفادات کے لیے الہامات کا ڈھونگ رچا سکے برطانوی حکومت کی قصیدہ گوئی اور مدح سرائی جس کی نبوت کا دیباچہ ہو۔ جو ملکہ وکٹوریہ کے لیے رطب اللسان ہو۔ چنانچہ برطانوی تھنک ٹینک نے ہندوستان میں ایسے شخص کے انتخاب کے لیے ہدایات جاری کیں پنجاب کے گورنر نے اس کام کی ڈیوٹی ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے ذمہ لگائی برطانوی جاسوس انگریزی نبی کی تلاش میں مصروف ہوگئے۔ آخر کار قرعہ فال منشی غلام احمد قادیانی کے نام نکلا۔

برطانوی ہند کی سنٹرل انٹیلی جنس کی روایت کے مطابق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے چار اشخاص کو انٹرویو کے لیے طلب کیا نبوت کے لیے مرزا قادیانی کو نامزد کیا۔ انگریزی اطاعت کی خاندانی گھٹی مرزا قادیانی کے رگ و ریشہ میں رچی بسی ہوئی تھی۔ منشی غلام احمد قادیانی جو کہ سیالکوٹ کی ایک کچہری میں ایک اہلمد تھا۔ ہر لحاظ سے انگریز حکومت کی خدمت اور برطانوی مفادات کے تحفظ کے لیے موزوں اور قابل اعماد شخص تھا کیونکہ اسکا خاندان شروع ہی سے برطانوی سامراج کی خدمت اور کاسہ لیسی میں مشہور تھا مرزا کے والد غلام مرتضیٰ نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ۵۰ گھوڑے بمعہ سواروں کے انگریزوں کی مدد کے لیے دیے تھے۔ اس کے بھائی غلام قادر مشہور سفاک اور ظالم جنرل نکلسن کی فوج میں شامل رہا تھا اور اس نے مسلمانوں کے خون میں ہاتھ رنگے تھے۔

یہاں پر ایک واقعہ جسے مرزا قادیانی کی زندگی میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے کا ذکر کرنا بہت ضروری ہے۔ وہ پادری بٹلر ایم اے کی لندن واپسی ہے۔ یہ پادری برطانوی انٹیلی جنس کا ایک رکن تھا اور مبلغ کے روپ میں کام کر رہا تھا۔

مرزا نے مذہبی بحث کی آڑ میں ان سے طویل ملاقاتیں کیں اور برطانوی راج کے قیام کے لیے اپنی ہر قسم کی خدمات پیش کیں۔ ۱۸۶۸ء میں بٹلر واپس لندن جانے سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا خفیہ بات سیالکوٹ کچہری میں ہوئی جس کا ڈپٹی کمشنر ایک یہودی پارکنسن (parkinson) تھا۔ معاملات کو حتمی صورت دی گئی۔ اس ملاقات کا ذکر (حوالہ نمبر۱: مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا محمود احمد نے سیرت مسیح موعود ربوہ صفحہ: ۱۵) پر بھی کیا ہے) (حوالہ نمبر۲: اخبار الفضل قادیان ۲۴/اپریل ۱۹۳۴ء) میں بھی یہ تفصیل قدرے موجود ہے۔ اسی سال ۱۸۶۸ء میں مرزا قادیانی بغیر کسی معقول ظاہری وجہ کے اہلمد کی نوکری سے استعفیٰ دے کر قادیان چلے گئے کچھ ہی دنوں کے بعد مرزا قادیانی کو گمنام منی آرڈر ملنے شروع ہوگئے جن پر نام اور پتہ نہیں تھا۔ لیکن حقیقت میں پادری بٹلر لندن سے یہ بھیج رہا تھا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی نے برطانوی حکومت کے ایجنڈے پر کام کرنا شروع کر دیا۔ ایک غدار خاندان کے فرد مرزا قادیانی کا یہودی افسروں اور جاسوس مشنری اداروں کے سربراہوں سے ربط ضبط اوران کا یہودی ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ پارکنسن کی شہ بٹلر پادری کی ترغیب پر نوکری چھوڑ کر نام نہاد اصلاحی تحریک کا آغاز کرنا یہ سب واقعات اس عظیم سیاسی سازش کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو مذہبی روپ دھار کر احمدیت کی صورت میں منظر عام پر آئی۔

۱۸۸۰ء سے مرزا قادیانی نے اپنے دعوؤں کا آغاز کیا اور کہا کہ میں ملہم من اللہ ہوں۔ ۱۸۸۲ء میں مجدد ہونے کا ۱۸۹۱ میں مسیح موعود ہونے کا ۱۸۹۹ء میں ظلی بروزی نبی ہونے کا اور ۱۹۰۱ء میں مستقل صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا ان دعوؤں کے علاوہ بھی اس نے بیسیوں دعوے کیے۔

مرزا قادیانی کے ان ملحدانہ اور زندیقانہ وکافرانہ عقائد کو دیکھتے ہوئے سب سے پہلے علمائے لدھیانہ نے اس کے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اگر قادیانیوں کی وجوہ تکفیر پر غور کریں تو یہ مندرجہ ذیل نظر آتیں ہیں۔

۱۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت
۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ ولادت کا انکار
۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی اور قرب قیامت میں ان کے دوبارہ آنے کا انکار
۴۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی شان میں ناقابل بیان گستاخیاں
۵۔ حضرت مسیح کے علاوہ دیگر انبیاء کی اہانت خصوصاً حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی و گستاخی
۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار
۷۔ مرزا کو نہ ماننے والے مسلمانوں کی تکفیر
۸۔ اسلامی فریضہ جہاد کا انکار

ان کے علاوہ اور بھی تکفیر کی وجوہ ہیں۔ مثلاً امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن، بنات رسول، خاندان رسول صلی

اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اہل بیت رسول کی توہین وگستاخی قادیانیت کے خمیر میں رچی بسی ہوئی ہے۔ یعنی اسلامی مقدس شخصیات شعائر اسلام کی توہین واستہزا کے علاوہ دین اسلام کے مقابلہ میں قادیانیت کو کھڑا کرنا ااور اپنے ملحدانہ وزندیقانہ عقائد کو اسلام کے نام پر پیش کرنا پوری ملت اسلامیہ کو کافر کہنا، ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، عبادات سے لے کر معاملات قادیانی مسلمانوں سے ایک الگ وجود رکھتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق میں اس بات کے کئی ثبوت پوشیدہ ہیں۔ تقسیم کے وقت گورداسپور میں ۵۱ فیصد مسلمان تھے ۴۹ فیصد ہندو تھے۔ اور ۲ فیصد قادیانی تھے۔ طے یہ تھا کہ اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا اس موقع پر قادیانیوں نے ہندوؤں کا ساتھ دیا جب یہ مسلمانوں سے علیحدہ ہوگئے تو مسلمان ۴۹ فیصد رہ گئے او رہندو ۵۱ فیصد ہوگئے اس سے گورداسپور جاتا رہا جس سے کشمیر کا مسئلہ پیدا ہوگیا کیونکہ زمینی واحد راستہ کشمیر کی طرف صرف گورداسپور ہی سے جاتا تھا بھارت نے اپنی فوجیں کشمیر میں داخل کر کے قبضہ کر لیا۔ دراصل تقسیم کے وقت انگریزوں، ہندوؤں اور قادیانیوں نے پاکستان کے خلاف کئی سازشیں کیں جو ابھی تک پاکستان کے مسائل میں اضافہ کر رہی ہیں۔ ان کا ہیڈ کوارٹر قادیان سے سابقہ ربوہ چناب نگر منتقل ہوگیا اور انگریز کا یہ ٹوڈی گروہ آج تک عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان کے خلاف گھناؤنی سازشوں میں مصروف ہے۔ ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو جب دنیا کے نقشے پر ایک اسلامی ملک اپنی فکر اور نظریے کی بنیاد پر نمودار ہوا تو اس نوزائیدہ کے لیے قادیانی گماشتوں نے کیا کیا سازشیں کیں، کیا منصوبے بنائے اور اس کی سلامتی کے خلاف کیا کچھ کیا اور کیا ابتک کر رہے ہیں یہ بھی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔

قیام پاکستان سے قبل اور بعد میں محمد علی جناح کو جن بے پناہ مسائل اور مشکلات کا سامنا تھا ایک موقع پر محمد علی نے فرمایا میری جیب میں کھوٹے سکے ہیں۔ وہ ان کھوٹے سکوں سے کام چلا رہے تھے یہ حقائق بڑے تفصیل طلب ہیں کہ محمد علی جناح نے بعض مجبوریوں کے تحت جنرل سر ڈگلس گریسی کو آزاد وخود مختار ریاست پاکستان کی فوج کا کمانڈر انچیف، سردار جوگندر ناتھ مینڈل کو وزیر قانون اور ظفر اللہ خان قادیانی کو وزیر خارجہ لینے کا فیصلہ با دل نخواستہ قبول کیا۔ پاکستان کی پہلی کابینہ اور پاکستان کیوں ٹوٹا، کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریز وائسرائے کے دباؤ کے تحت یہ فیصلے تسلیم کیے تھے ان تاریخی حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ انگریز وائسرائے نے ظفر اللہ خان قادیانی کی تقرری پر بہت اصرار کیا اور یہاں تک دھمکی دی کہ جب تک یہ اعلان نہیں کیا جاتا اختیارات کی منتقلی نہ ہو سکے گی۔ (پاکستان کی پہلی کابینہ) اس ملعون وزیر خارجہ نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کے حکم اور اپنی جماعت احمدیہ کے زاویہ نگاہ سے خارجی پالیسی وضع کی۔ غیر ممالک میں ہمارے خارجہ دفاتر کو قادیانیت کی تبلیغ اور جاسوسی اڈوں میں تبدیل کیا۔ سامراجی یورپی ممالک خصوصاً امریکہ وبرطانیہ سے تعلقات مضبوط کیے۔ عربوں کی جاسوسی کے لیے مختلف ممالک میں قادیانی مشن قائم کیے۔ پوری دنیا میں بین الاقوامی سطح پر قادیانیت کو مضبوط کیا۔ یہی وہ وقت ہے جب قادیانیت کو پاکستان کے کلیدی عہدوں پر متمکن ہونے کا موقع ملا۔ اور قادیانیت کو پاکستان کی سیاست اور اسٹیبلشمنٹ میں (اور بیوروکریسی میں داخل ہونے کا موقع مل گیا)۔ اس وقت سے

لے کر آج تک قادیانی بڑے بڑے کلیدی عہدوں پر فائز ہیں۔ اقتدار کے ایوانوں میں قادیانیت کا اثر رسوخ اس قدر بڑھ گیا کہ قائد ملت لیاقت علی خان جو پاکستان کے پہلے وزیر اعظم تھے اور احرار رہنماؤں کی محنت کوشش سے قادیانی سازش کو کافی حد تک سمجھ چکے تھے (قادیانیوں نے اس وقت کی مسلم لیگی حکومت پنجاب کے وزیر اعلیٰ مسٹر دولتانہ اور گورنر عبدالرب نشتر، وزیر داخلہ مشتاق احمد گورمانی اور قادیانی وزیر خارجہ ظفراللہ نے ایک سازش کے ذریعے ۱۶/ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو گولی مار کر قتل کروایا۔ قتل کی یہ سازش قادیانیوں نے تیار کی اور مسلم لیگی حکومت کے یہ افراد اس سازش کا باقاعدہ حصے بنے تھے۔

روزنامہ جنگ نے ہفت روزہ تکبیر ۱۹۸۶ء کراچی کے حوالہ سے مضمون شائع کیا، جس میں پاکستان کے سراغ رساں جیمز سالومن ونسنٹ کی یادوں کے حوالے سے بتایا گیا کہ پاکستان کے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو سید اکبر نے نہیں بلکہ کنزے نامی جرمن قادیانی نے قتل کیا تھا۔ کنزے کی پرورش قادیانی لیڈر سر ظفراللہ نے کی تھی۔ کنزے پہلے عیسائی تھا پھر اس نے قادیانیت اختیار کی قادیانی گھرانے میں شادی کے بعد وہ پاکستان مقیم ہو گیا کنزے سر ظفراللہ خان قادیانی وزیر خارجہ کے بھائی چوہدری عبداللہ کے پاس باقاعدگی سے آیا کرتا تھا۔ جب کنزے نے لیاقت علی خان کو گولی ماری تو پولیس سے جو پوری طرح ملوث تھی اور وقت کے سازشی سیاستدانوں اور بیوروکریٹس کی ہدایت پر سید اکبر کو گولی ماردی اور اسے ہی قاتل کی حیثیت سے مشہور کر دیا گیا۔ وزیر اعظم کو راولپنڈی میں قتل کرنے کے بعد کنزے سیدھا ربوہ (چناب نگر) پہنچا اور پھر وہاں سے اسے باہر بھیج دیا گیا (روزنامہ جنگ لاہور ۹/ مارچ ۱۹۸۶ء)

اس قتل کے محرکات معلوم کرنے کے لیے کچھ بیرونی ماہرین بھی پاکستان آئے اور اس بارے میں ایک رپورٹ تیار کی اور اس رپورٹ کی دستاویزات راولپنڈی سے کراچی بذریعہ طیارہ لے جائی جارہی تھی چوآسیدن شاہ کی پہاڑیوں میں وہ طیارہ گرا کر تباہ کر دیا گیا اس طیارے کا پائیلٹ قادیانی تھا جو اسے چلا رہا تھا۔ (روزنامہ آزاد لاہور ۱۹۵۱ء)

۱۹۶۵ء کی جنگ میں سارے ملک میں بلیک آؤٹ ہوتا تھا۔ لیکن پاکستان کے اندر ایک چھوٹا سا پُراسرار شہر ایسا بھی تھا جہاں بلیک آؤٹ کی صریحاً خلاف ورزی ہوتی تھی وہ شہر قادیانیوں کا ہیڈ کوارٹر ربوہ تھا۔ ربوہ کے اندر بلیک آؤٹ کی خلاف ورزی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ربوہ کی یہ روشنیاں بھارتی فضائیہ کے طیاروں کو سرگودھا کے اہم فضائی مرکز کا محل وقوع بتانے کے لیے تھیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ سرگودھا اندھیرے میں بھی دشمن کے نشانوں کا شکار بنا رہا۔ کیونکہ بھارتی فضائیہ کو سرگودھا چھاؤنی کے اہم ہدف بتانے والے اور مخبری کرنے والے قادیانی تھے۔ جبکہ ربوہ (چناب نگر) اپنی فضاؤں میں بکھرتی ہوئی روشنیوں کے باوجود بھی محفوظ رہا بالآخر پاک ایئر فورس کی شکایت پر واپڈا کو ربوہ کی برقی رو بھی بجلی کا کنکشن کاٹنا پڑا کیونکہ ربوہ کے ایک طرف سرگودھا کا اور دوسری طرف فیصل آباد کا ہوائی اڈا تھا۔ آفس ریکارڈ میں اس کا اندراج چٹھی نمبر ۱۱۳۵/ مجریہ ۱۴/ ستمبر ۱۹۶۵ء ہے جب اس بات کا چرچا ہوا تو قادیانی جماعت نے روایتی عیاری و مکاری سے واپڈا کے ریکارڈ سے اس تاریخی غداری کے دستاویزی ثبوت کو غائب کروا دیا۔

پاک فوج میں موجود قادیانی جرنیلوں نے ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں جو بھیانک کردار ادا کیا ہے وہ بھی آن دی ریکارڈ ہے۔۱۹۷۰ء کے عام انتخابات مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں بھی قادیانی جماعت کا رول اسرائیل میں قادیانی مشن ہو یا یہود و ہنود کے ساتھ قادیانی گٹھ جوڑ ہو یہ وہ قرین واقعات ہیں جو تاریخ کے سینے میں آج بھی مدفون ہیں۔

۷ر ستمبر کا ذکر کرنے سے پہلے تحریک قادیانیت کے پس منظر کا ذکر کرنا ضروری تھا۔ جب پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ایک قادیانی چودھری ظفر اللہ خان کو بنایا گیا تو اس نے اپنے عہدے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانیوں کو کلیدی عہدوں پر تعینات کیا۔ ملک کی انتظامی مشینری میں قادیانی اثر ونفوذ میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔۱۹۵۳ء میں قادیانی وزیر خارجہ کو ہٹانے اور قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لیے پورے ملک میں تحریک چلائی گئی۔تحریک میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ ان کے احرار رفقاء حضرت مولانا سید ابوالحسنات قادری جو کہ قائد تحریک تھے۔مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمتہ اللہ علیہ سمیت تمام دینی اکابر موجود تھے۔اس وقت کی حکومت نے گورنر جنرل ناظم الدین کی ہدایت پر تحریک ختم نبوت کے قائدین کو جیل میں ڈال دیا کرفیو لگا دیا گیا۔ ریاستی تشدد کے شرم ناک استعمال سے وقتی طور پر تحریک دبا دی گئی مولانا عبدالستار نیازی اور مولانا مودودی رحمہما اللہ کو سزائے موت سنائی گئی۔

۱۹۷۳ء میں آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔۲۲ر مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ کا ایک گروپ شمالی علاقہ جات میں سیر وتفریح کی غرض سے ملتان سے پشاور جانے والی گاڑی چناب ایکسپریس کے ذریعے روانہ ہوا جب گاڑی ربوہ (موجودہ چناب نگر) ریلوے اسٹیشن پہنچی تو مرزائیوں نے گاڑی میں اپنا کفر وارتداد پر مبنی لٹریچر گاڑی میں تقسیم کرنا شروع کیا۔جس سے ان طلبا اور قادیانیوں میں جھڑپ ہوتے ہوتے رہ گئی قادیانیوں نے ان طلباء کو سبق سکھانے کے لیے واپسی پر ان کو مارنے اور تشدد کرنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ واپسی پر طلباء کو مارنے کے لیے (مرزا طاہر جو کہ بعد میں خلیفہ بھی بنا) کی قیادت میں ایک جم غفیر تھا جو ربوہ اسٹیشن پر جمع تھا ان طلباء پر ٹوٹ پڑا اور ان طلباء پر قادیانی گماشتوں نے بے پناہ تشدد کیا، زد وکوب کیا اور ان طلباء کو مار مار کر لہولہان کر دیا۔ آناً فاناً یہ خبر ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ پورے ملک میں احتجاجی ریلیوں، جلسوں اور جلوسوں کا سیلاب امڈ آیا تحریک آہستہ آہستہ زور پکڑتی جا رہی تھی۔۹ر جون ۱۹۷۴ء کے اجلاس میں مولانا محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ کی صدارت میں مجلس عمل کا اجلاس ہوا جسمیں ملک کی نمائندہ دینی وقومی شخصیات نے شرکت کی۔اس اجلاس میں مولانا محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا کنوینئر مقرر کیا گیا۔۱۷ر جون کو فیصل آباد کے اجلاس میں ملک کی سیاسی و مذہبی جماعتیں شامل تھیں۔علامہ بنوری کو صدر، علامہ محمود احمد رضوی رحمہما اللہ کو سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا چنانچہ ۳۰ر جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں اپوزیشن نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے حزب اختلاف نے تاریخی قرارداد پیش کی جس پر ۳۷ کے قریب ارکان اسمبلی نے دستخط کیے تھے۔مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، سید محمد علی رضوی،

چودھری ظہور الٰہی، مولانا ظفر احمد انصاری، مولانا نعمت اللہ، مولانا محمد ذاکر (جامعہ آباد جھنگ) اور دیگر کئی ارکان اس قرار داد کے محرکین تھے۔ اللہ ان سب کی قبروں کو منور فرمائے۔ اسمبلی میں معاملہ چلایا گیا بحث شروع ہوئی اس وقت کے اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے جس طرح مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کے محمد علی پر جو جرح کی، سوالات کیے، وہ اپنی مثال آپ تھے۔ مرزا ناصر کی مومنانہ شکل صورت داڑھی پگڑی اور جبہ قبہ میں چھپی ہوئی پارسائی اور روحانیت کا پول جب کھلا تو ارکان اسمبلی حیرت زدہ ہوگئے جب قادیانی پٹاری کا منہ پارلیمنٹ میں کھلا تو اس کے تعفن زدہ عقائد ونظریات سے پوری اسمبلی ششدر رہ گئی۔ تیرہ دن اسمبلی میں بحث ہوئی اور بالآخر ۷ستمبر ۱۹۷۴ء ۴ بج کر ۳۵ منٹ پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ ۶ستمبر یوم دفاع پاکستان کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ۱۹۶۵ء میں جب پوری قوم دفاع وطن کیلیے اکٹھی اور متحد تھی۔ اور ۷ستمبر یوم دفاع ختم نبوت کے طور پر ہے جب ۱۹۷۴ء میں تمام مکاتب فکر کے علماء عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور دفاع کے لیے متحد ہوکر ایک طویل جدوجہد اور بے مثال قربانیاں دینے کے بعد سرخرو ہوئے تھے۔ ۷ستمبر کا دن یوم حساب قادیانیت کا دن ہے۔ امت مسلمہ اور اہلیان پاکستان کے لیے یہ دن مسرتوں خوشیوں کا دن ہے۔

پون صدی کی انتھک محنت اور لازوال قربانیوں کے بعد یہ دن امت کو نصیب ہوا۔ ۷ستمبر یوم تحفظ ختم نبوت کا دن ہے۔ ۷ستمبر یوم تشکر وامتنان منانے کا دن ہے۔ ۷ستمبر تجدید عہد عزم وہمت واستقلال کا دن ہے۔ ۷ستمبر یوم نجات کا دن ہے۔

ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی جماعتوں اور افراد کو مبارک باد قبول ہو جو صبح وشام رات دن ماہ وسال اس عظیم مشن کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت دین کی اساس وبنیاد ہے اس عقیدے کی حفاظت ہر دور کے مسلمان اپنی جانوں پر کھیل کر کرتے آئے ہیں۔ انشاء اللہ امت قیامت تک اس عقیدہ ختم نبوت کا دفاع کرتی رہے گی۔

حوالہ جات

۱: قادیانیت کا سیاسی تجزیہ۔ ۲: تحریک ختم نبوت شورش کاشمیری۔ ۳: قادیان سے اسرائیل تک۔ ۴: کتاب البریہ از مرزا قادیانی۔ ۵: ستارہ قیصریہ۔ ۷: سیرت مسیح موعود ص: ۱۵۔ ۸: تاریخ احمدیت جلد اول دوست محمد شاہد قادیانی۔ ۹: Our Foreign Missions۔ ۱۰: تحریک احمدیت، ۱۱: روزنامہ جنگ لاہور ۹ رمارچ ۱۹۸۶ء، ۱۲: نوائے وقت لاہور یکم جنوری ۱۹۸۶ء، ۱۳: روزنامہ آزاد لاہور ۱۹۵۱ء، ۱۴: نقیب ختم نبوت شمارہ ستمبر ۲۰۰۲ء

روہنگیا مسلمان مظلومیت کے تناظر میں

سید شہاب الدین شاہ

عالمی منظرنامے پر بغور نگاہ دوڑائی جائے تو یہ افسوس ناک حقیقت واضح ہوتی چلی جاتی ہے کہ مسلم ممالک کی کثیر تعداد ہونے کے باوجود مسلمانوں کی حالت قابل رحم ہے۔ لیکن معذرت کے ساتھ گزارش ہے کہ لفظ رحم لکھا جا سکتا ہے پڑھا جا سکتا ہے۔ لیکن رحم کرنا مکاری وعیاری اور درندگی کے پیکروں کی فطرت سے کوسوں دور نظر آتا ہے۔ جس کا عملی ثبوت آپ کو برما کے صوبہ ارکان میں دیکھنے کو ملے گا۔ جہاں گزشتہ کم وبیش پانچ دھائیوں سے روہنگیا نسل کے ساتھ تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی تیزی کے ساتھ نسل کشی کی جارہی ہے۔ اور اسرائیلی آبادکاریوں کی طرز پر منظّم انداز میں مسلم اکثریتی صوبے میں بدھسٹ خاندانوں کو آباد کیا جا رہا ہے۔ کچھ عرصہ بیشتر انتخابات کے موقع پر روہنگیا مسلمانوں کی قومی شناخت ختم کرتے ہوئے انھیں انتخابی دھارے سے نکال باہر کر دیا۔ شہری علاقوں میں آباد مسلمانوں سے میونسپلٹی سہولیات تک چھین لی گئیں، مسلم جائیدادوں پر حکومتی سرپرستی میں قبضے کیے گئے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ شروع سے ہی ارکانی مسلمانوں کا قلبی تعلق طبعی میلان اور دینی جھکاؤ پاکستان کی طرف رہا ہے اور ہے۔ اسی طرح پاکستانی عوام وحکام کی غیر مشروط حمایت ومدد بھی روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۶ء میں ارکانی مسلم لیڈروں کا ایک وفد بانی پاکستان محمد علی جناح سے ملا اور درخواست کی کہ تقسیم برصغیر کے طے شدہ اصول وضوابط کے مطابق مسلم ریاست ارکان کو بھی برما کے بجائے پاکستان کا حصہ بنا دیا جائے اس پر قائداعظم نے کہا کہ آپ لوگ میرے پاس لاش لے کر آئیں، آپ کو مسئلہ ارکان کے حل کے لیے رنگون (برما کا دارالحکومت) جانا پڑے گا، یعنی انگریز کی پالیسی کے مطابق ارکان کو برما میں ضم کر دیا گیا ہے۔

پاکستانی صدر جنرل محمد ایوب خان کے دور میں جب برمی حکومت نے ارکانی مسلمانوں کو ستانا اور تنگ کرنا شروع کر دیا تو پاکستانی صدر نے یہ بیان جاری کیا کہ ''کیا برمی حکومت یہ پسند کرے گی کہ پاکستانی فوج صبح ڈھاکہ سے روانہ ہو اور شام تک رنگون (برما کا دارالحکومت) پہنچ جائے'' اس بیان کی وجہ سے جب تک ایوب خان صدارت پر رہے تب تک ارکانی مسلمان برما کے مظالم سے محفوظ رہے اس لیے آج بھی ارکانی مسلمان جنرل محمد ایوب خان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

۳ جون ۲۰۱۲ء میں پھر ارکانی مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا جس کا سخت نوٹس لیتے ہوئے پاکستان صدر آصف علی زرداری نے اقوام متحدہ کے اجلاس میں اس کا تذکرہ کیا اور ساتھ بتایا کہ ہم عرصہ دراز سے لاکھوں ارکانی مسلمانوں کو نہ صرف

پناہ دے رہے ہیں بلکہ شہری حقوق بھی دیے، اس لیے عالمی طور پر مسئلہ ارکان کا حل نکالنا ضروری ہے۔

حکومت برما نے اکیاب ودیگر علاقوں میں درجنوں سے زائد کیمپ بنائے، جن میں سے بعض مگھ افراد اور اکثر میں روہنگیا مسلمان پناہ لیے ہوئے ہیں۔ یہ کیمپ برمی حکومت کے زیر تسلط وزیر نگرانی ہیں۔ ان کیمپوں میں حکومت کی اجازت اور پرمٹ کے بغیر کوئی آ جا نہیں سکتا اور حکومت ان کیمپوں سے درجنوں فوائد حاصل کر رہی ہے مثلاً بین الاقوامی وفود کو اپنی نگرانی میں ان کیمپوں کا دورہ کرایا جاتا ہے یہ وفود دونوں قسم کے کیمپوں میں جا کر انٹرویو لیتے ہیں، مسلمان کہتے ہیں کہ حکومت اور مگھ کے مظالم سے ہم یہاں آ گئے اور مگھ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے مظالم سے ہم یہاں آ گئے جبکہ حکومت یہ تاثر دیتی ہے کہ یہ ان کی آپس کی لڑائی ہے اور حکومت دونوں قسم کے مظلوموں کو یکساں مدد فراہم کر رہی ہے۔

روہنگیا مسلمانوں کے لیے جو امدادی سامان آتے ہیں وہ حکومت اپنے کنٹرول میں لیتی ہے وہ دو تہائی حصے خود رکھ لیتی ہے اور ایک تہائی مگھ و مسلم دونوں کیمپوں میں برائے نام تقسیم کرتی ہے۔

کیمپوں میں پناہ گزین مسلمانوں کو دوبارہ اپنے علاقوں میں جانے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی وہ دوبارہ سابقہ علاقوں میں بسنے کے قابل رہتے ہیں کیونکہ ان کی زمینوں اور گھروں وعلاقوں کا قبضہ ہو چکا ہوتا ہے، یہاں ان پر جو مظالم کیے جاتے ہیں ان کی کہانی بھی بے حد المناک ہے میڈیا عینی شاہدین اور ''ہیومن رائٹس واچ'' کے مطابق برمی حکومت نے وحشیانہ مظالم ڈھانے کے بعد مزید ایک لاکھ روہنگیا مسلمانوں کو نئے رہائشی کیمپوں میں منتقل کر دیا ہے جہاں وہ بدترین زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ان کیمپوں میں مسلمانوں کو طبی سہولتوں سمیت زندگی کی بنیادی ضروریات میسر نہیں ہیں۔ جبکہ نئی جاری ہونے والی سٹیلائٹ تصاویر میں روہنگیا مسلمانوں کے ۱۵۰۰ رمزید گھر دکھائے گئے جنہیں برمی افواج نے نذر آتش کر دیا ہے۔

انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ''ایمنٹی انٹرنیشنل'' نے کہا ہے کہ روہنگیا مسلمانوں پر برمی فوج کے مظالم انسانیت کے خلاف جرائم کے زمرے میں آتے ہیں، اپنی تازہ رپورٹ میں کہا کہ برمی فوج مسلمانوں کے قتل، زیادتی، تشدد اور لوٹ مار میں ملوث ہے، جبکہ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے، برٹش روہنگیا کمیونٹی کے جنرل سیکرٹری محمد نظام الدین نے کہا کہ برمی فوج مسلمانوں کی نسل کشی اور عصمت دری میں ملوث ہے ایسے واقعات بھی پیش آئے کہ ماں کے سامنے بیٹی سے زیادتی کی گئی۔

جہاں تک بنگلہ دیشی عوام وافواج کا تعلق ہے وہ شروع سے ہی ارکانی مسلمانوں کی حمایت و مدد میں پیش پیش ہیں۔ البتہ بنگلہ دیشی حکومت خصوصاً حسینہ واجد (جو مکمل بھارت نواز دین دشمن ہیں) کی حکومت شروع سے ہی بھارت کے ماتحت ہے بلکہ بھارت کا ایک صوبہ ہے اس لیے بنگلہ دیشی حکومت بھارت کی مرضی ومنشاء کے خلاف ارکانی مسلمان کے متعلق کچھ کرنے اور عسکری اعتبار سے بے حد کمزور ہونے کی وجہ سے حکومت برما کو للکارنے کی صلاحیت سے عاری ہے۔

دوسری طرف برما اور بھارت کے درمیان دوستی پرانی ہے خود برما کی موجودہ سربراہ وزیر اعظم ''آن سان سوچی'' بھارت میں برما کی طرف سے سفیر رہی، پر اس وقت بنگلہ دیش میں کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں را کے ایجنٹ نہ

ہوں اس لیے بنگلہ دیشی حکومت کو ارکانی مسلمانوں کے ساتھ بادل نخواستہ دشمنی کرنی پڑ رہی ہے۔

۱۸ر نومبر ۲۰۱۶ء میں دس گاؤں کے ارکانی مسلمان کشتیوں میں سوار ہو کر سرحدی دریا عبور کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ برمی فوج نے اندھا دھند فائرنگ کر دی جس سے عورتوں اور بچوں سمیت ۲۷۱ر افراد شہید ہو گئے اور باقی ماندہ افراد جب دریا عبور کر کے بنگلہ دیشی سرحد تک پہنچے تو بنگلہ دیشی سیکورٹی فورسز نے ۲۵ بچوں اور ۴۰ عورتوں کو واپس دھکیل دیا جبکہ مزید ۵۰۰ مہاجرین بے سروسامانی کے عالم میں پڑے ہوئے ہیں۔

اس پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے اقوام متحدہ نے بنگلہ دیش سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ روہنگیا مسلمانوں کو برمی فوج کے مظالم سے بچانے کے لیے اپنی سرحد کھول دے اور ان کو انسانی سہولیات فراہم کرے۔

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے پناہ گزین کے سینئر اہلکار ''جان مک کسک'' کیمطابق بنگلہ دیش حکام سینکڑوں روہنگیا مسلمان مردوں کو شہید، بچوں کو ذبح، خواتین کی عصمت دری اور مسلمانوں کے گھر لوٹ کر انہیں جلا رہی ہے۔ دو ہزار سے زائد روہنگیا مسلمان بنگلہ دیش داخل ہو گئے جن میں سے ۷۰ روہنگیاؤں کو گرفتار کر کے انھیں واپس ارکان بھیج رہے ہیں۔

ہیومن رائٹس واچ کے مطابق بنگلہ دیش پہنچنے والے روہنگیا مسلمانوں کو خوراک اور دوائیں نہ ملنے سے حالات مزید سنگین ہو گئے، بنگلہ دیشی حکومت نے بڑی تعداد میں آنے والے روہنگیا مسلمانوں کی امداد سے انکار کرتے ہوئے برمی حکومت سے کہا ہے کہ وہ مسلمانوں کو بنگلہ دیش آنے سے روکے، بنگلہ دیشی حکومت نے امدادی کارکنوں کو بھی روکتے ہوئے ان افراد کی گرفتاریاں شروع کر دی ہیں اور مسلمانوں کو واپس دھکیل رہی ہے۔

بی بی سی لندن کے مطابق برمی فوج سے اپنی زندگیاں بچانے کی خاطر بنگلہ دیش آنیوالے روہنگیا مسلمانوں کی حکومت بنگلہ دیش کی طرف سے ادویات، پانی اور کسی قسم کی مدد نہیں مل رہی ہے وہ بدترین حالات کے شکار ہیں انھیں بنیادی سہولتیں میسر نہیں، بنگلہ دیش میں ان کی زندگی اجیرن ہے ۹۰ فیصد سے زیادہ روہنگیا مسلمان بنگلہ دیش کے جنوبی علاقے میں خستہ حال جھونپڑیوں میں اپنی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

۱۶۸ر اسلامی ممالک میں ملائیشیا کے وزیر اعظم ''نجیب رزاق'' اور ترکی کے وزیر اعظم ''طیب اردگان'' نے ارکانی مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر پر تاثیر بیان دے کر اور اپنی پوری کوشش کو بروئے کار لا کر اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے یہ حضرات واقعۃً قابل تعریف و تحسین ہیں۔

جب روہنگیا مسلمانوں پر برمی حکومت کے مظالم حد سے بڑھے اور قتل عام، ملک بدری و عصمت دری نا قابل بیان حد تک اضافہ ہوا تو ''ملائیشیا'' اور عوام حرکت میں آئے، دسمبر ۲۰۱۶ء میں ملائیشی وزارت خارجہ نے برما کے سفیر کو خارجہ آفس میں بلا کر باضابطہ احتجاج کیا ہے اور میانمار کی قومی فٹ بال ٹیم کے ساتھ ملائیشی ٹیم کی سیریز روک دی ہے۔ ۴ر دسمبر ۲۰۱۶ء کو ملائشیا کے وزیر اعظم نجیب رزاق نے دس لاکھ سے زائد مسلمانوں کے ملک گیر احتجاجی سلسلے میں ریلی کی قیادت کی

اور پرسوز و پرتاثیر خطاب کیا جس کے اہم نکات اور اقتباسات یہ ہیں۔

بس بہت ہو چکا میانمار کی وزیر اعظم ہونے کے ناطے ''آن سان سوچی'' کو روہنگیاؤں کا قتل عام اور دیس نکالا دینے کا سلسلہ بند کر دینا چاہیے ورنہ ملائشیا اس معاملے پر شدید ردعمل ظاہر کرے گا اور میانمار کے ساتھ سفارتی تعلقات کو منقطع اور تجارتی پابندیاں عائد کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔

ایشیائی ممالک کو برما کے خلاف سخت ایکشن لینا ناگزیر ہو چکا ہے اور ملائیشیا سفارتی وتجارتی چینلوں کی مدد سے میانمار کا ناطقہ بند کر دینے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس سلسلے میں اہم اسلامی ممالک سے گفت وشنید ومشاورت کا سلسلہ جاری ہے ایشیائی ممالک اور اقوام متحدہ مل کر روہنگیا مسلمان کی نسل کشی روکے۔

روہنگیاؤں کے ساتھ ایذا رسانی کا عمل اسلام کی توہین کے مترادف ہے روہنگیا مسلمان ہمارے بھائی ہیں ان کی مدد ہمارا فریضہ ہے اور برمی حکومت کو جان لینا چاہیے کہ وہ روہنگیا مسلمانوں کا نام ونشان نہیں مٹا سکتی، اس کو اپنی پالیسیاں تبدیل کرنی ہوں گی۔

ملائشی وزیر اعظم نے انڈونیشی صدر ''جوکوودودو'' کو ایک ارجنٹ پیغام ایلچی کی مدد سے ارسال کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ وہ بھی ''جکارتہ'' میں ''کوالالمپور'' کی طرح ایک ملین مارچ منعقد کریں اور برما پر واضح کر دیں کہ روہنگیاؤں کو مزید کچلا اور دبایا نہیں جا سکتا۔

ہم کسی بھی موقع پر مسلمان بھائیوں (روہنگیاؤں) پر ہونے والے مظالم اور ان کی نسل کشی پر آنکھیں نہیں موند سکتے نہ ہی زبان بند کر سکتے ہیں وقت آ گیا ہے کہ برما پر دباؤ ڈالا جائے اعداد وشمار کی رو سے اس وقت ملائیشیا میں ہجرت کرنے والے روہنگیاؤں کی رجسٹرڈ تعداد ساٹھ ہزار ہے جس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

یہ تھیں ملائیشی وزیر اعظم نجیب رزاق کے مفصل خطاب کی چند سرخیاں اور اقتباسات ملائیشیا عسکری لحاظ سے ایک کمزور اسلامی ملک ہے اس کے باوجود جس پرسوز اور پراثر انداز میں ملائیشیا نے روہنگیا مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کی اور سخت احتجاج کیا ہے وہ واقعۃً قابل صد لائق تحسین ہے جبکہ اس ریلی کی قیادت سے قبل ملائیشیا وزیر اعظم نے برما کی وزیر اعظم ''آن سان سوچی'' سے ملاقات کر کے مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی لیکن برمی وزیر اعظم نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ جس سے برما کی درندگی وسفا کی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اس وقت ملائیشیا میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد برمی کام کر رہے ہیں اس واقعہ کے بعد حکومت برما نے مزید افرادی قوت ملائیشیا بھیجنے پر پابندی عائد کر دی ہے۔

ہم ایک ایسے دور میں رہ رہے ہیں کہ امریکہ اور مغربی اقوام نے وحشی جانوروں (Wild life)، انواع واقسام کی حیاتیاتی مخلوق اور آثار قدیمہ کے تحفظ کیلیے باقاعدہ ادارے قائم کر رکھے ہیں لیکن مظلوم انسانیت کی چیخوں اور فریادوں کا سننے والا اور ان پر کان دھرنے والا کوئی نہیں ہے۔ ابھی پچھلے دنوں ہمارے ملک میں سعودی عرب کی حمایت میں

اور تحفظ حرمین شریفین کے نام پر کانفرنسز، سیمیناروں اور ریلیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا اور یہ سب مساعی قابل تحسین ہیں لیکن روہنگیا کے مظلوم مسلمانوں کے لیے وہ ہمدردی دیکھنے میں نہیں آئی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

(1) ''کائنات کے اس پورے نظام کی بساط کو لپیٹ دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک (مظلوم) مسلمان کے قتل ناحق کے مقابلے میں معمولی بات ہے'' (سنن ترمذی: ۱۳۹۶)

(2) ''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے طواف کے دوران یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ (اے کعبۃ اللہ) تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے اور تیری حرمت کس قدر عظیم المرتبت ہے (مگر) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک (بے قصور مومن کی جان و مال کی حرمت تجھ سے بھی زیادہ ہے اور یہ کہ ہم مومن کے بارے میں (ہمیشہ) اچھا گمان رکھیں'' (سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۱)

پاکستان میں تو صرف احتجاجی ریلیاں نکالی جاسکتی ہیں جن میں محض اپنے جذبات کا اظہار مقصود ہوتا ہے کیونکہ ہماری بے توقیری کی وجہ سے عالمی سطح پر اس کے اثرات مرتب نہیں ہوتے یعنی نوٹس تک نہیں لیا جاتا لیکن امت مسلمہ کے وہ باشعور اور تعلیم یافتہ افراد جو امریکہ اور یورپ میں باعزت اور محفوظ زندگی گزار رہے ہیں، انھیں چاہیے کہ روہنگیا مسلمانوں کی حالت زار کی طرف عالمی برادری، اقوام متحدہ اور حقوق انسانی کی تنظیموں کو متوجہ کرنے کے لیے کوئی منظّم تحریک برپا کریں، شاید ان کی کوئی اشک شوئی ہوسکے۔ انھیں چاہیے کہ ان کی بدحالی اور حالت زار کے مشاہدے کے لیے ایک حقائق نامہ جمع کرنے والا وفد (Fact Finding Group) بنا کر بھیجیں تاکہ مصدقہ حقائق دنیا کے سامنے آسکیں۔ ان مظلوم مسلمانوں کی اخلاقی اور علامتی حمایت بھی ہوسکے اور کسی حد تک میانمار کی ظالم حکومت کو رحم پر آمادہ کیا جاسکے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے لیے عالمی سطح پر ایک فنڈ قائم کیا جائے اور حکومت پاکستان کو چاہیے کہ کم از کم اس سلسلے میں پہل کرے اور دوسرے مسلم ممالک کو بھی اس کار خیر پر آمادہ کرنے کے لیے سفارتی سطح پر اقدامات کرے۔

لیکن مقام شرم ہے کہ گلے کٹ رہے ہیں زندہ مسلمانوں کو سمندر میں پھینکا جارہا ہے غریب مسلمانوں کے گھر اور ان کی مساجد جل رہی ہیں مگر پورے عالم اسلام میں کوئی بھی ایسا نہیں جو ان دہشت گردوں کا ہاتھ روک سکے۔ برما کی فوج پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی بلوائیوں کے ساتھ اس قتل عام میں پیش پیش ہیں اور ان کی طرف سے ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کو اس لیے مسلم اکثریتی آبادی میں نہیں آنے دیا جاتا تاکہ دنیا حقائق سے لاعلم رہے۔ عالم کفر کی لونڈی اقوام متحدہ سے تو شکوہ و فریاد ہی فضول ہے۔ اس کی ڈھٹائی دیکھئے کہ مظلوم مسلمانوں کے قتل عام کو مسلم بدھ فسادات قرار دیا جارہا ہے، سوال یہ ہے کہ او آئی سی کو کیوں سانپ سونگھ گیا ہے؟ رابطہ عالم اسلامی اور اس جیسی دیگر اسلامی

تنظیمیں کیوں مہر بلب ہیں؟ آخر انھیں برما کے مسلمانوں کا لرزہ خیز قتل عام کیوں نظر نہیں آرہا؟ کیا دنیا کے نقشے پر کوئی ایک بھی مسلم ریاست ہے جو برما کے ہزاروں مسلمانوں کی قاتل دہشت گرد بدھ تنظیم ''مگھ ملیشیا'' کو لگام دے اور برما حکومت پر بھی واضح کر دے کہ وہ روہنگیا مسلمانوں کا قتل عام بند کروائے۔

شاید ظلم وستم کا کوئی حربہ اور طریقہ ایسا نہیں رہا جو روہنگیا مسلمانوں پر آزمایا نہ گیا ہو، ۱۰/ اکتوبر ۲۰۱۶ء سے جو مظالم شروع ہوئے اور ظلم کے جو نرالے حربے استعمال کیے گئے ان میں سے چند حربے وطریقے یہ ہیں۔

۱۔ ارکان کے اکثر وبیشتر علاقوں کے گھروں اور گھونسلہ نما جھونپڑیوں کی چار دیواری ہٹادی گئی اور کہا گیا کہ ان چار دیواریوں میں دہشت گرد چھپے رہنے کا امکان ہے اس سے نظام پردہ ختم ہو گیا۔

۲۔ ارکان کے اکثر وبیشتر علاقوں میں موجود مسلمانوں کے دو منزلہ مکانوں کو مسمار کر دیا جائے ورنہ ان کو جلا دیا جائے گا، دو منزلہ مکانوں کو اس لیے توڑنا ہے کہ دوسری منزل کو دہشت گرد بطور چوکی استعمال کر سکتے ہیں، چنانچہ اکثر لوگوں نے اپنے دو منزلہ مکان اپنے ہاتھوں سے مسمار کیے، جلانے کی صورت میں نقصان زیادہ ہوگا۔

۳۔ مسلمانوں کی زمین چھین کر مگھوں کو دے دی گئی، پھر وہی مگھ یہی زمین کاشت کاری کے لیے بطور کرایہ مسلمانوں کو دیتے ہیں مسلمان دھان وچاول کی فصلیں تیار کرتے ہیں، جب فصلیں تیار ہوتی ہیں تو مگھ لوگ دہشت گردی کرتے ہوئے فصلیں کاٹ کر لے جاتے ہیں اس کے بعد مگھ مالکان آکر کہتے ہیں کہ جن مگھ دہشت گردوں نے فصل کاٹی ہے ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا ہمیں اپنا حصہ دو، یوں ان لوگوں کو چار و نا چار جیب سے مگھ مالکان کو ان کا حصہ دینا پڑتا ہے۔ مگھ دہشت گردوں کے نزدیک مسلم عورتوں سے اجتماعی وانفرادی زیادتی کرنا کارِ ثواب ہے اس لیے اس مرتبہ ارکان میں کثیر انداز میں مسلم عورتوں سے اجتماعی وانفرادی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا ماضی میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔

۴۔ ارکان کے بہت سے مسلم علاقوں میں حفاظتی اور شناختی انجکشن کے نام پر لگوائے گئے جس سے وہ شخص دو تین دن کے بعد مر جاتا ہے۔

۵۔ بعض مسلم قیدیوں کو زبردستی غلاظت اور گندگی کھلائی گئی۔

۶۔ بعض عورتوں کو قتل کر کے خون کپ میں ڈالا گیا پھر کہا گیا اگر میں یہ حرکت نہ کرتا تو پاگل ہو جاتا۔

۷۔ مسلم ارکانی قیدیوں سے گڑھے کھدوائے گئے اور انھیں کو کہا گیا کہ دوسرے ارکانی قیدیوں کو پکڑ کر ان گڑھوں میں ڈالیں اور زندہ دفن کر دیں، اس طرح ارکانی مسلم قیدیوں نے خندقیں تیار کیں اور اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائی کو پکڑ کر ان میں زندہ دفن کیا۔

بربریت اور ہر لمحہ موت کے خوف کی قدم قدم پر آہٹ روہنگیا مسلمانوں کا مقدر بن چکی ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ اذیت ناک مراحل سے گزرتے ہوئے ہجرت کرنے والے مظلوم روہنگیا مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو تھائی لینڈ اور

بھارت پہنچے۔ان کے اعضاء کی وسیع پیمانے پر فروخت شروع ہوگئی اور پاک دامن وعفیفہ بچیوں کے ساتھ شرمناک سلوک روا رکھا جارہا ہے۔

کہیں کھلے سمندر کی گہرائیاں ان بے آسرا مظلوم مسلمانوں کی قبریں بن رہی ہیں۔حتیٰ کہ لاشیں سطح سمندر پر عرصہ دراز نظر آتی رہیں۔جن کے دودھ پیتے بچوں کو آگ کے شعلوں پر بھون دیا گیا۔ پیچھے بچ جانیوالے مسلمانوں کی پیدائش وافزائش پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کردی گئیں۔اور جو بنگلہ دیش کے بارڈر پر بے بسی کی تصویر بنے قید خانے نما کیمپوں میں زندگی گزار رہے ہیں وہ سکھ کا سانس لینے کے لیے ترس رہے ہیں جو بھوک افلاس اور پیاس میں مبتلا ہیں جن کی کفالت وہ این جی اوز کررہی ہیں جو مستقل عیسائیت اور دھریت کے ہتھیاروں سے لیس ہوکر ان پر مسلط ہوئی ہیں۔ درجنوں خاندان انھی این جی اوز کے نرغے میں آکر مرتد ہوچکے ہیں۔

لیکن یہ قابل اطمینان صورت واضح ہورہی ہے کہ گزشتہ کم وبیش ۳۱ سال سے علماء ومشائخ کے مشورے سے بننے والے ''خالد بن ولید ٹرسٹ'' ارکان برما کی خدمات ناصرف لائق تحسین ہیں بلکہ تمام تر داخلی وخارجی مشکلات درپیش ہونے کے باوجود اور مالی مسائل آڑے آنے کے باوجود پوری تندہی اور ایمانداری کے ساتھ مکمل فلاحی اور تعلیمی سطح پر خدمات سر انجام دے رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ وطن عزیز پاکستان کی متعدد سیاسی و مذہبی جماعتوں کا بھرپور اعتماد شامل حال ہے۔

جس کے مرکزی امیر مولانا عبدالقدوس برمی: 0336-7048341 ہیں۔جن کی قائدانہ اور دردمندانہ کوششوں نے روہنگیا مسلمانوں میں ایک نیا حوصلہ پیدا کیا ہے۔لہٰذا ضرورت ہے کہ اپنے عطیات، زکوٰۃ، صدقات وغیرہ کے ذریعے مظلوم روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ تعاون کو یقینی بنایا جائے رابطہ کے لیے فون نمبرز درج ذیل ہیں۔

0322-2580221 0321-2268094

not found.

مقام صحابہ رضی اللہ عنہم تاریخ کے آئینہ میں

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

مولانا ابوالکلام آزاد رحمتہ اللہ علیہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تاریخ کا نقشہ کس ایجاز سے کھینچا ہے اسے دیکھئے۔

''محبت ایمان کی اس آزمائش میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح پورے اترے اس کی شہادت تاریخ نے محفوظ کر لی اور وہ محتاج بیان نہیں، بلاشائبہ ومبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی انسان کے ساتھ اپنے سارے دل اور اپنی ساری روح سے ایسا عشق سے نہیں کیا ہوگا جیسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے راہ حق میں کیا، انھوں نے اس محبت کی راہ میں وہ سب کچھ قربان کر دیا جو انسان کرسکتا ہے اور پھر اسی کی راہ سے سب کچھ پایا جو انسانوں کی کوئی جماعت پاسکتی ہے۔''

شرح مقام...... وَرَضُوا عَنْهُ: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے'' اس مقام کا ایک پہلو قابل غور ہے جس پر لوگوں کی نظریں نہیں پڑیں یعنی وَرَضُوا عَنْهُ پر کیوں زور دیا گیا اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ اللہ ان سے خوشنود ہوا کیونکہ ان کے اعمال اللہ کی خوشنودی ہی کے لیے تھے۔ یہ بات خصوصیت کے ساتھ کیوں کہی گئی کہ وہ بھی اللہ سے خوشنود ہوئے۔ اس واسطے کہ ایمان واخلاص کا اصلی مقام بغیر اس کے نمایاں نہیں تھا۔

انسان جب کبھی کسی مقصد کی راہ میں قدم اٹھاتا ہے اور مصیبتوں سے دوچار ہوتا ہے تو دو طرح کی حالتیں پیش آتی ہیں کچھ لوگ جوانمرد اور باہمت ہوتے ہیں وہ بلا تأمل ہر طرح کی مصیبتیں جھیلتے ہیں لیکن ان کو جھیلنا جھیل لینا ہی ہوتا ہے یہ بات نہیں ہوتی کہ مصیبتیں نہ رہی ہوں عیش وراحت ہوگئی ہوں کیونکہ مصیبت پھر مصیبت ہے، باہمت کڑوا گھونٹ بغیر کسی جھجک کے پی لے گا لیکن اس کی کڑواہٹ کی بدمزگی محسوس کرے گا لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنھیں صرف باہمت ہی نہیں کہنا چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ کچھ کہنا چاہیے۔ ان میں صرف ہمت وجوانمردی ہی نہیں بلکہ عشق وشیفتگی کی حالت پیدا ہوتی ہے وہ مصیبتوں کو مصیبتوں کی طرح نہیں جھیلتے بلکہ عیش وراحت کی طرح ان سے لذت وسرور حاصل کرتے ہیں۔ راہ محبت کی ہر مصیبت ان کی عیش وراحت کی ایک نئی لذت بن جاتی ہے۔ اگر اس راہ پر کانٹوں پر لوٹنا پڑے تو کانٹوں کی چبھن میں انھیں ایسی راحت ملتی ہے جو کسی کو پھولوں کی سیج پر لوٹ کر نہیں مل سکتی حتی کہ اس راہ کی مصیبتیں جس قدر بڑھتی جاتی ہیں اتنی ہی زیادہ ان کے دل کی خوشحالیاں بھی بڑھتی جاتی ہیں۔ ان کے لیے صرف اس بات کا تصور کہ یہ سب

کچھ کسی کی راہ میں پیش آرہا ہے اور اس کی نگاہیں ہمارے حال سے بے خبر نہیں عیش وسرور کا ایک ایسا بے پایاں جذبہ پیدا کر دیتا ہے کہ اس سرشاری میں جسم کی کوئی کلفت اور ذہن کی کوئی اذیت محسوس ہی نہیں ہوتی۔

یہ بات سننے میں عجب معلوم ہوتی ہوگی لیکن فی الحقیقت اتنی عجیب حالت نہیں بلکہ انسانی زندگی کے معمولی واردات میں سے ہے اور عشق ومحبت کا مقام تو بہت بلند ہے۔ بوالہوسی کا عالم بھی ان واردات سے خالی نہیں۔

حریف کاوش مژدگان خونریزش نہ ناصح
بہ دست آور رگِ جان ونشتر راتماشا کن

سابقون الاولون کی محبت ایمانی کا یہی حال تھا ہر شخص جوان کی زندگی کے سوانح کا مطالعہ کرے گا بے اختیار تصدیق کرے گا کہ انھوں نے راہِ حق کی مصیبتیں صرف جھیلی ہی نہیں بلکہ دل کی پوری خوشحالی اور روح کے کامل سرور کے ساتھ اپنی پوری زندگیاں ان میں بسر کر ڈالیں۔ ان میں سے جو لوگ اول دعوت میں ایمان لائے تھے ان پر شب وروز کی جانکاہیوں اور قربانیوں کے پورے ۲۳؍ برس گزر گئے لیکن اس تمام مدت میں کہیں سے بھی یہ بات دکھائی نہیں دیتی کہ مصیبتوں کی کڑواہٹ ان کے چہروں پر کبھی کھلی ہوں۔ انھوں نے مال وعلائق کی ہر قربانی اس جوش ومسرت کے ساتھ کی گویا دنیا جہان کی خوشیاں اور راحتیں ان کے لیے فراہم ہوگئی ہیں اور جان کی قربانیوں کا وقت آیا تو اس طرح خوشی خوشی گردنیں کٹوادیں گویا زندگی کی سب سے بڑی خوشی زندگی میں نہیں موت میں تھی۔

(ترجمان القرآن حصہ دوم، ص: ۱۴۳)

7 ستمبر 1974ء کو پارلیمنٹ میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے تاریخی فیصلے کی یاد میں

اجتماعات یوم ختم نبوت

عقیدۂ ختم نبوت اور پارلیمنٹ کا فیصلہ

7 ستمبر 2017ء جمعرات ''یوم ختم نبوت'' کے موقع پر جناب عبداللطیف خالد چیمہ سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان کے بیانات

8 بجے صبح دفتر احرار جامع مسجد چیچہ وطنی | 10 بجے صبح جامع مسجد صدیقیہ محلہ نجابت پورہ کمالیہ | بعد نماز عصر جامع مسجد معاویہ ٹوبہ ٹیک سنگھ

بعد نماز عشاء جامعہ عثمانیہ ختم نبوت چناب نگر میں شریک ہوں گے

14 ستمبر مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی ''درس ختم نبوت'' مولانا زاہد الراشدی مدظلہ العالی (سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل)

21 ستمبر سالانہ ''ختم نبوت کانفرنس'' دفتر احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور

تمام مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام اور دینی وسیاسی جماعتوں کے رہنما شرکت وخطاب کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

منجانب: شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان

عصر حاضر اور قربانی

مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی رحمہ اللہ

سلسلہ نبوت و رسالت کے گل سر سبد حضرت ابراہیمؑ ان انبیاء میں شامل ہیں جن کا بہت تفصیلی تذکرہ قرآن مجید میں آیا ہے ایک مستقل سورۃ ان کے نام سے موسوم ہے اور بہت سی سورتوں میں بڑے بسط و تفصیل سے ان کا تذکرہ آیا ہے۔ وہ تنہا پیغمبر ہیں جن کے اسوۂ حسنہ کی تابعداری کے لیے قرآن مجید کی سورۃ الممتحنہ میں قریب قریب وہی الفاظ آئے ہیں جو پیغمبر آخر و معصوم مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورۃ الاحزاب میں آئے ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ البقرہ میں مختلف امتحانات میں ان کی آزمائش کا تذکرہ آیا ہے اور رب العزت نے خود ہی ان کی مکمل کامیابی کا اعلان کرکے ان کو منصب امامت سے نوازنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ اس موقع پر ان کی ایک درخواست کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آیا یہ سلسلہ امامت ان کی اولاد میں بھی جاری رہے گا؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس طرح دیا کہ اولاد میں منصب کو اہلیت وصلاحیت سے مشروط کر دیا گویا محض "صاجزادگی" کی بنیاد نہیں اہلیت کی بنیاد پر کسی بھی بڑے کی اولاد کو وہ منصب مل سکتا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے ہر دو فرزند حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ، ان کے بھتیجے حضرت لوطؑ کے علاوہ ان کے پوتے حضرت یعقوبؑ اور پڑپوتے حضرت یوسفؑ کے علاوہ ان کی اولاد میں لاتعداد نبی، رسول، بادشاہ وحکمران گزرے ہیں، جن کی آخری کڑی حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام کمالات انسانی کے جامع اور ہر خوبی سے متصف ہیں۔ امام ولی اللہ دہلویؒ کے جواں عزم وصاحب علم پوتے مولانا محمد اسمٰعیل شہید بالاکوٹ کا کہنا ہے کہ

"انسانی کمالات کی جہاں تکمیل ہوتی ہے وہاں سے انبیاء کی بشریت کی ابتداء ہوتی ہے"۔

حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کے رسول و نبی ہی نہ تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیل اور دوست بھی بنایا تھا جیسا کہ سورۃ النساء میں تذکرہ ہے ان کے جن امتحانات کا اوپر اشارہ ہوا ان میں سے ایک امتحان اس قربانی کی شکل میں سامنے آیا جس کا تفصیلی تذکرہ سورۃ صافات میں آیا ہے۔ ویسے قربانی کا تذکرہ اور مقامات پر بھی ہے جن میں سورۃ الحج کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اس سورہ میں فرمایا گیا کہ قربانی کا عمل ہر امت وقوم میں موجود تھا اور ہر ملت کی تعلیمات کا لازمی حصہ تھا ساتھ ہی مزید فرمایا گیا کہ قربانی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ تو بندوں کی قربانیوں کے گوشت قرب کا مقام حاصل کرتے ہیں نہ ہی خون، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو چیز پہنچ کر قرب الٰہی اور رفع حاجات کا سبب بنتی ہے وہ انسان کی نیت اور

اسکے دل کی کیفیت ہے۔قرآن کریم نے سیدنا آدمؑ کے دو فرزندوں اور ان کی قربانی کا ذکر کر کے ایک قربانی کی مقبولیت اور دوسری قربانی کے مردود ہونے کا ذکر کیا اور بتلایا کہ جس کی قربانی مردود ہوئی وہ قتل جیسے بھیانک جرم کا مرتکب ہی نہیں ہوا بلکہ وہ اس گناہ کا بانی قرار پایا۔قربانی ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی ہر خواہش سے دستبردار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء کا تابع بنالیتا ہے۔قرآن مجید سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پر بڑھاپا طاری ہو گیا تھا اور وہ ہنوز اولاد سے محروم تھے۔ظاہر ہے کہ اولاد دینا یا نہ دینا اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اگر اولاد پر کسی ولی، پیغمبر، ڈاکٹر یا سائنس دان کا کنٹرول ہوتا اور یہ معاملہ ان کے تصرف و اختیار میں ہوتا تو دنیا میں کوئی بے اولاد نہ ہوتا لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا کہ یہ محکمہ اللہ تعالیٰ کے تصرف و اختیار میں ہے، قدرت مہربان ہوتی ہے تو سارے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ بڑھاپے میں اولاد کے عطیہ کے حوالے سے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت زکریاؑ کے واقعات قرآن نے محفوظ کر دیے ہیں۔قرآن نے بتلایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے حضرت لوطؑ کی ناہنجار قوم کی ہلاکت اور حضرت ابراہیمؑ کے لیے بیٹے کی خوشخبری فرشتوں کی ایک ہی جماعت ایک ہی وقت میں لیکر آئی۔حضرت ابراہیمؑ کی اہلیہ نے تعجب کا اظہار کیا کہ میں بوڑھی عورت اولاد کیسے ہو گی؟ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے کہا کہ یہ رحمت خداوندی کا معاملہ ہے، اس میں حیرت کی کیا بات ہے، اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا تو ایک نئی آزمائش سامنے آ گئی بیٹے اور اس کی والدہ کو بے آب و گیاہ سرزمین میں تن تنہا چھوڑنے کا حکم سرزد ہو گیا، حضرت ابراہیمؑ سراپا تسلیم و رضا تھے اس لیے بلا چوں و چرا اس حکم کی تعمیل کی، ان کی اہلیہ پیغمبر کی اہلیہ تھیں اس لیے اس نے بھی دم نہ مارا، اس ماں اور بچے کی برکت سے اس وادی میں ایک ایسا کنواں ظاہر ہوا کہ آج صدیوں کے بعد بھی ایک دنیا اس سے سیراب ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے اس پانی کو باعث برکت و شفا قرار دیا اسے ماں باپ کی برکت ہی کہیے کہ اجڑا ہو خانہ کعبہ دوبارہ تعمیر ہوا وہاں انسانی آبادی کی بنیاد پڑی اور اور اس سرزمین سے خدا کا سب سے بڑا نبی اٹھا جس پر سب سے اہم کتاب نازل ہوئی۔

حضرت ابراہیمؑ کے یہی فرزند اسمٰعیل جب اینٹ روڑا اٹھانے کے قابل ہوئے تو مشیت الٰہی سے باپ کے ساتھ ملکر کعبہ بنایا اس مرحلہ پر ابراہیمی دعائیں قرآن کی مختلف سورتوں میں دیکھی جاسکتی ہیں ان دعاؤں میں جذبہ عبدیت تواضع و انکساری کا رنگ کیسے کیسے بھرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی مخلوق کی بہتری کے لیے کیا کچھ نہیں مانگا گیا؟

مادی رزق اور روحانی رزق ہر دعا کی درخواست ہے قدرت نے ان کی ہر دعا کو شرف قبولیت سے نوازا۔ پانی کا ایک کنواں ہے لیکن ساری دنیا اس سے سیراب ہو رہی ہے۔موسم حج اور عمرہ کے مختلف مواقع پر لاکھوں لوگ جمع ہو جاتے ہیں لیکن نہ رہائش کی تکلیف ہوتی ہے اور نہ ہی خوراک کی۔ابراہیمی دعائیں اس طرح رنگ لاتی ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی

ہے۔یہی اسمٰعیل تھے جب ذرا بڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی کا حکم دیا سوچیں کتنا کڑا امتحان تھا؟ بڑھاپے کی اکلوتی اولاد اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا لیکن جن کے رتبے بلند ہوتے ہیں ان کے حوصلے بھی بلند ہوتے ہیں، باپ نے قرآن کے مطابق بیٹے کو حکم ربانی سے جو گویا تیاری کرنے کی ہدایت تھی، بیٹا پیغمبر کا بیٹا ہی نہیں مستقبل کا پیغمبر تھا اور اس کی نسل سے دنیا کے سب سے بڑے پیغمبر نے مبعوث ہونا تھا اس نے کسی قسم کے شش و پنج کے بغیر سر تسلیم خم کر دیا، اللہ تعالیٰ نے عجیب شان دلربائی سے انقیاد وتسلیم اور صبر ورضا کی اس داستان کو دہرایا ہے سورۃ صافات کے تیسرے رکوع کا بڑا حصہ اسی داستان پر مشتمل ہے۔

ابراہیمؑ والد کے رویہ کی وجہ سے اور قوم کی کوڑھ مغزی کی وجہ سے ہجرت کی صعوبت سے دوچار ہوئے۔وقت کے بادشاہ سے ٹکر لی آج زندگی کا سب سے بڑا امتحان ہے کہ بڑھاپا ہے اور اولاد اکلوتی لیکن کسی قسم کے اعراض وانکا کا سوال ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے باپ بیٹے ہر دو طرز عمل کے لیے لفظ ''اسلما'' ارشاد فرمایا جس کا صاف ستھرا مفہوم تسلیم ورضا ہے، مالک کی چوکھٹ پر جھک جانا، خدا کی منشا کو پورا کرنا اور بلا چوں چرا اس کے حکم کی تعمیل کرنا... یہی اسلام ہے ایسا کرنے والا ہی ''مسلم'' ہے۔آج کا بر خود غلط، نسلی نمائشی اور فریب کار مسلمان اس داستان کی روح کو نہیں پا سکتا اس کے لیے قلب ونظر کی اصلاح لازم ہے اس کے لیے ہر قسم کی خود غرضی سے ماورا ہونے کی ضرورت ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کو معبود حقیقی سمجھنے کی ضرورت ہے، اس کے لیے پیغمبروں کی تعلیمات کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے تسلیم ورضا کا حق ادا کیا، ایک قربان ہونے پر تیار ہے تو دوسرا اپنی متاع عزیز قربان کر کے قرب الٰہی کا مقام حاصل کرنے کی سعی کر رہا ہے۔قدرت نے ان دونوں کے جذبہ عمل کو دیکھا اور ان کے تسلیم ورضا کے جذبہ کی قدر کرتے ہوئے... کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر قدر کرنے والے ہیں... متبادل انتظام کر دیا یعنی ایک جانور، جس کو ذبح کر کے قرب الٰہی کی منزل حاصل کی جا سکتی ہے، لطف یہ ہے کہ ذبح شدہ جانور کے گوشت تک کے لیے پابندی نہیں کہ اس کا گوشت غرباء کو کھلایا جائے یا ضرورت کے تحت سارا خود ہی کھا لیا جائے تو بھی حرج نہیں بس جذبہ درست اور نیت صاف ہونی چاہیے مقصد یہ ہو کہ میں اس طرح ایک پیغمبرانہ عمل کی اقتداء کر رہا ہوں، میرا نام جس پیغمبر نے مسلم تجویز کیا جس نے ''دین حنیف'' کی راہ دکھلائی جسنے وقت کے ظالم اقتدار سے لڑنے کا حوصلہ بخشا جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ماں باپ قوم اور وطن کی محبت کو قربان کر دیا جو ''معراج'' کی بلندی پر چڑھنے کے لیے آگ میں کود گیا جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی محبت کو نظر انداز کر دیا اور ہر ایک کے خوف کو پاؤں کی ٹھوکر سے ٹھکرا دیا اسی کا طریقہ اسی کی راہ اسی کا طرز عمل اسی کی سنت... یہی قربانی ہے...

عصر حاضر میں نام نہاد دانشوروں کے ایک طبقہ کو بے چارے جانوروں پر رحم آتا ہے کہ خواہ مخواہ اتنی بڑی تعداد میں ذبح کیے جا رہے ہیں اگر چہ دوسرے ایام میں روز ہی اس سے بڑھ کر جانور ذبح ہوتے ہیں اوراہل سرمایہ ان کی رانیں اور بہت کچھ لے اڑتے ہیں۔ آج کا روح دین سے ناآشنا تاجر، سرمایہ دار اور صنعت کار بیش قیمت جانور خرید کر اس کی نمائش کر کے خود کھا کر اور پیٹ بھرے رشتہ داروں اور دوستوں کو کھلا کر قربانی کے نام پر دھوکہ اور فریب کرتا ہے، اس کے خیال میں سود، سٹے بازی، اور جوئے کی کمائی، مزدور، کسان اور غریب کے استحصال کر کے لوٹ مار کی کمائی سے دس بیس ہزار کا بکرا لے کر قربانی سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے اور ہر جرم بخشا جائے گا، یہ وہ دھوکہ ہے جو شیطان نے اپنے دوستوں اور اولیا کو دے رکھا ہے ان دوستوں اور اولیاء میں معاشرے کے ہر طبقہ کے افراد شامل ہیں وہ ہر عمل خیر کی طرح قربانی کے نام پر بھی فراڈ کرتے ہیں اور اپنی منافقت کا بھرپور اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے بے نیاز اور سیرت پیغمبر وصحابہ سے محروم حرام خوروں اور ان کے مذہبی سرپرستوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ قربانی نام ہے اصلاح باطن، قلب کی صفائی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کے لیے مر مٹنے کا، اس کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا اور اس کی ہر نافرمانی سے اپنے آپ کو بچانے کا اگر ایسا ہے تو ہزار پانچ سو کا واجبی بکرا بہت قیمتی ہے ورنہ دس بیس ہزار کا قیمتی بکرا دو ٹکے کا نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ دولت کو نہیں نیت کو دیکھتے ہیں۔

found.

عدلِ عمرؓ کے نام سے عمرو بن العاصؓ پر سب وشتم

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

''اگر تو عمرو بن العاص کی پٹائی بھی کرتا تو میں تجھے منع نہ کرتا'' اس جملے کے پس منظر کی کہانی یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے مار کھانے والے قبطی لڑکے کو اپنا کوڑا پکڑایا اور حکم دیا کہ ''امیرِ مصر (عمرو بن العاصؓ) کے بیٹے کو مار اور اُس سے اپنا بدلہ لے۔'' یہ ایک مشہور روایت ہے مگر آیا یہ سچا واقعہ ہے یا نبی کی زبان سے کئی بار مردِ مومن، مرد صالح کا خطاب پانے والے تین میں سے ایک مشہور ذہین وفطین سیاستدان فاتح مصر اور خلیفہ راشد حضرت عمرؓ کی طرف سے گورنر مصر اور خلیفہ راشد حضرت علیؓ اور قصاص عثمانؓ کا مطالبہ کرنے والے حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان جنگ بندی کرانے والے دو میں سے ایک حضرت عمرو بن العاصؓ پر تبرا اور اُن کے بارے میں بدگوئی ہے؟

کئی دن سے یہ روایت ذہن میں کھٹک رہی تھی، تینتیس سال کی تدریسی کالج ملازمت کے دوران عربی نصاب میں شامل یہ کہانی بلاشبہ سیکڑوں سے زائد بار کالج طلباء کو پڑھائی۔ آج بھی یہ کہانی پاکستان کے سکول، کالج اور یونیورسٹی کتابوں میں دھڑلے سے پڑھائی جا رہی ہے۔ موجودہ نصاب میں آٹھویں جماعت کی عربی کتاب میں بھی موجود ہے۔۔۔ مگر نصاب میں موجود ہر رطب ویابس پڑھانا اُستاد کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔ عقل اور درایت سے کوئی کام نہیں لیتا، نہ پڑھانے والے، نہ نصاب بنانے والے اور نہ حکومت کے ذمہ داران۔ فالی اللّٰہ المشتکیٰ!

واقعہ یوں لکھا گیا ہے کہ امیر المومنین عمر بن خطابؓ کی خلافت کے دوران جب عمرو بن العاصؓ مصر کے گورنر تھے تو گورنر کے ایک بیٹے نے ایک قبطی (مصری) لڑکے سے گھڑ دوڑ میں شرط لگائی۔ قبطی لڑکا جیت گیا تو گورنر کے بیٹے نے اُس کی پٹائی کر دی اور کہا تو بڑے لوگوں کے بیٹے (ابن الاکرمین) سے کیسے جیت سکتا ہے؟ اُسے یقین تھا کہ وہ غریب قبطی لڑکا اُس سے بدلہ نہیں لے سکتا۔۔۔۔۔

قبطی لڑکے کا والد اپنے مضروب بیٹے کو لے کر مدینہ منورہ پہنچا اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ تمام واقعہ بیان کیا۔۔۔ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاص کو بیٹے سمیت مدینہ حاضر ہونے کا حکم دیا پھر جب سب لوگ حاضر ہو گئے تو امیر المومنین نے قبطی لڑکے کو کوڑا پکڑایا اور اُسے حکم دیا کہ وہ عمرو بن العاص کے بیٹے سے اپنی جان کا بدلہ لے۔ تو اُس نے اُسے خوب مارا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ اُس نے اپنا حق پالیا ہے اور اپنے دل کی بھڑاس نکال لی ہے تو فرمایا اگر تو عمرو بن العاص کی پٹائی بھی کرتا تو میں تجھے منع نہ کرتا۔ (لوضربت عمروابن العاص مامنعتك) کیونکہ اُس لڑکے نے اپنے باپ کی طاقت کے گھمنڈ میں تجھے مارا ہے۔ پھر حضرت امیر المومنینؓ، گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص کی

طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھا ہے جب کہ اُن کی ماؤں نے تو اُنہیں آزاد جنا ہے۔ (متیٰ استعبد تم الناس و قدولدتھم امھاتھم احراراً)(ابن عبدالحکم فتوح مصر ص ۲۹۰) یہ روایت کنزالعمال ۱۲/۶۶ میں ہے اور مولانا محمد یوسف دہلوی نے بھی اسے حیاۃ الصحابہ ج ۲، ص ۱۱۴ میں نقل کیا ہے)

قرآن کریم ایک ابدی اور لاریب کتاب ہے۔قرآن اور اسلام کا نظام عدل کہتا ہے ''کسی کے جرم میں کوئی دوسرا نہیں پکڑا جائے گا نہ دنیا میں نہ آخرت میں'' (لا تزرُوازرۃ وزراُخری) تو پھر عادل عمرؓ جیسے خلیفہ راشد، خلیفہ حق کیسے کہہ سکتے ہیں'' لوضربت عمروابن العاص مامنعتك ''(اگر تو عمرو بن العاص کی پٹائی بھی کرتا تو میں تجھے منع نہ کرتا۔)

بظاہر یہ قصہ عدل عمر کے خوبصورت نام سے ہے مولانا محمد یوسف دہلویؒ نے بھی عدل النبی و اصحابہ کے خوبصورت عنوان سے لکھا ہے۔۔۔۔دل میں بات آئی کہ ذرا اس روایت کی تحقیق کر لی جائے کیونکہ سرکار دو جہاں ﷺ نے فرمایا: عمرو بن العاص اور ہشام بن العاص دونوں بھائی مومن ہیں۔ دوسرے موقع پر فرمایا کہ یہ پورا خاندان مومن ہے۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ یہ صالح قریشی لوگوں میں سے ہے۔ایک اور موقع پر فرمایا کہ یہ امرؤ صالح (نیک مرد) ہے۔ایک اور موقع پر مدینہ کے لوگوں سے فرمایا: (ایسی پریشانی کے وقت میں) تم لوگوں نے اِس طرح کیوں نہ کیا جس طرح اِن دو مومن مردوں نے کیا (کہ تیغ بکف مسجد نبوی میں آکر بیٹھ گئے۔۔۔اِن دو صحابہ میں سے ایک حضرت عمرو بن العاص تھے۔) ایک اور موقع پر اُن کو جہاد پر روانہ فرماتے ہوئے جہاد کی فضیلت اور مال غنیمت کا ذکر ہوا تو عرض کیا یارسول اللہ! میں تو اللہ کی رضا کے لیے جہاد کروں گا مال غنیمت کے لیے نہیں۔ارشاد نبوی ہوا ''اے عمرو! عمدہ مال (یعنی مال غنیمت) مرد صالح کے لیے لائق تعریف ہوتا ہے۔'' (نعم المال الصالح للرجل الصالح)۔(مسند امام احمد، مشکوٰۃ)

بیسیوں مواقع پر نبی مکرمؐ نے اُن کو جہاد میں بھیجا۔ جنگ ذات السلاسل کے موقع پر حضرات صدیق وفاروقؓ بھی اُن کی ماتحتی میں تھے جب فاتحانہ واپسی پر خود نبی مکرم ﷺ نے مدینہ سے باہر تشریف لا کر ان کا استقبال کیا تھا۔ پھر خلافت صدیق وفاروق وغنی میں اُن کو جہاد کی اہم ذمہ داریاں دی گئیں۔فراست فاروقی مشہور عالم ہے اور خود حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے عبداللہ بن عمروؓ ''السابقون الاولون'' صحابہ میں سے ہیں اور چھے مشہور و معروف عبادلہ میں سے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ بغیر نام لیے انہی عبداللہ بن عمرو کو نشانہ بنانا مقصود ہو؟ اگر کسی اور بیٹے کا بھی ذکر ہو تو پھر بھی وہ خود تین دھاۃ العرب (عرب کے چوٹی کے تین ذہین وفطین بے مقابلہ رہنماؤں اور داناؤں) میں شامل ہیں۔ (وہ تینوں ہیں امیر معاویہؓ، مغیرہ بن شعبہؓ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم)۔ لسانِ وحی ترجمان سے اتنے بے شمار فضائل کے علاوہ شہادت عثمان ذی النورینؓ کے بعد جب امیر المومنین حضرت علیؓ اور طالبین قصاص عثمانؓ، سیدنا امیر معاویہؓ اور اُن کے ساتھیوں کے مابین منافقوں کی بھڑکائی ہوئی جنگ کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کا موقع آیا تو حکمین کے طور پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ساتھ یہی عمرو بن العاصؓ صلح کراتے نظر آتے ہیں اور پھر انہی حکمین کی کوششوں سے حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان جنگ بند ہوگئی اور اہل اسلام نے حضرت علیؓ کی سربراہی میں منافقین خارجیوں وغیرہ کے خلاف قدم اُٹھایا۔۔۔

اسی کا تدبر ہی کام آگیا تھا		کہ اسلام دنیا پہ پھر چھا گیا تھا

مذکور بالا روایت میں دیگر سقم اور انقطاع کے علاوہ ایک سقم یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ سے کہلوایا جارہا ہے کہ ''تو اگر حضرت عمرو بن العاص کی پٹائی بھی کرتا تو میں نہ روکتا'' حیاۃ الصحابہ کے حوالۂ مذکورہ کے مطابق فرمایا: ''اب تو عمرو بن عاص کی چندیا پر مار'' لیکن آگے سے قبطی لڑکے نے کہا ''امیر المؤمنین! مجھے تو اس کے لڑکے نے مارا تھا اور میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے'' اہل عقل وفہم سوچیں، قصور بیٹے کا ہے، اس سے بدلہ لیا جاچکا ہے اور مظلوم نے جی بھر کے کوڑے برسائے ہیں۔ اس بدلہ لئے جانے کے بعد حضرت عمرؓ اس کے باپ کی چندیا پر مارنے کا حکم فرمارہے ہیں۔ کیا یہ عدلِ عمر کی نشاندہی ہے یا عدلِ عمر پر سب وتبرأ؟

ع		ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟

اعدائے اسلام اور معاندین صحابہ نے ایسی ایسی روایتیں گھڑی ہیں کہ منقش خوبصورت سانپ کی طرح اُن کا ظاہر بے حد خوبصورت لیکن اُن کے اندر زہر ہی زہر ہے۔ مثال کے طور پر یہی روایت ہے جسے ابن الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں یوں لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے قبطی کو قید میں ڈال دیا تاکہ وہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ تک شکایت نہ پہنچا سکے لیکن وہ کسی طرح قید سے نکل بھاگا اور حضرت عمرؓ تک جا پہنچا۔۔۔۔۔۔۔جبکہ دوسری روایات میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے کہا کہ نہ مجھے اس واقعے کا علم ہوا، نہ میرے پاس شکایت پہنچی (ورنہ میں اس کو بدلہ دلواتا)۔

تحقیق القصہ :اِس روایت کی سند منقطع اور بیہودہ ہے اور یہ انقطاع ابتداء ہی میں ابن عبدالحکم کے نام کے متصل بعد ساتھ ہی موجود ہے۔

درج ذیل ایڈریس پر اس روایت سے متعلق مزید تحقیقات دیکھی جاسکتی ہیں:

hhttp://www.ahlalhadeeth.com/vb/showthread.php?t=373085

hhttp://www.khaledabdelalim.com/home/play-2008.html

اے فاتحِ مصر وافریقہ! اے صاحبِ رسول!

مصر میں زندہ ہے تیرے نام کی خوشبو ابھی		نیل کے دونوں کناروں پر کھڑا ہے تو ابھی
تیرے دم سے جو ہوئے تھے آشنا اسلام سے		مصر وافریقہ کے وہ باسی ہیں قبلہ رو ابھی

امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

محمد عرفان الحق، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کاتب وحی بھی تھے اور ناشر قرآن بھی۔ آپ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے چوتھے فرد تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ سیدہ رقیہؓ سے سیدنا عثمانؓ کے فرزند حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے اور انہی عبداللہؓ کے نام پر سیدنا عثمانؓ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' تھی۔ مروّج الذہب کے مطابق ان عبداللہؓ بن عثمانؓ کا انتقال 76 سال کی عمر میں ہوا۔ سیدنا عثمانؓ اور سیدہ رقیہؓ کے ان صاحب زادے اور نبی علیہ السلام کے نواسے جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اولاد فی زمانہ بھی پاکستان کے کچھ علاقوں میں موجود ہے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال پر ملال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیسری بیٹی، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ جب وہ بھی وفات پا گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر میری چالیس بیٹیاں (ایک روایت کے مطابق سو) بھی ہوتیں تو میں اسی طرح ایک کے بعد ایک، عثمانؓ کے نکاح میں دیتا جاتا۔ خیال رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہ واحد ہستی ہیں جن کے نکاح میں کسی پیغمبر کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں۔ اس صفت میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی وجہ سے سیدنا عثمانؓ کا لقب ''ذوالنورین'' یعنی ''دو نوروں (روشنیوں) والا'' ہے۔

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ 12 سال تک امتِ مسلمہ کے خلیفہ رہے اور کئی ممالک فتح کر کے خلافت اسلامیہ میں شامل کیے۔ آذربائیجان، آرمینیا، ہمدان کے علاقوں میں بغاوت ہوئی، جس کا قلع قمع امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی ہوا۔ اور اس بغاوت کا سدباب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کی بغاوتوں کے سدباب کی طرح ہی اہم تھا۔ مزید یہ کہ ایران کے کئی علاقے مثلاً بیہق، نیشاپور، شیراز، طوس، خراسان وغیرہ بھی خلافت عثمانی میں ہی فتح ہوئے اور قیصر روم بھی آں محترمؓ کے دور میں ہی واصل نار ہوا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہی بحری جہاد کا آغاز ہوا۔ بحری جہاد کی ابتداء کرنے والے لشکر کے لیے جنت کی خوشخبری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لسان مبارکہ سے ارشاد فرما چکے تھے۔ ۲۷/ ۲۸ ہجری میں امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اجازت سے اس وقت کے حاکم شام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلا بحری بیڑا تیار کیا اور جزیرۂ قبرص سمیت کئی اہم خطوں پر پرچم اسلام لہرایا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شرم وحیا اور جود وسخا کے پیکر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی زنا نہیں کیا اور نہ ہی کبھی

شراب نوشی کی۔آپ رضی اللہ عنہ انتہائی نرم خواورسخی تھے۔متعدد مرتبہ نادار اور مجبور مسلمانوں کے لیے اپنا مال بغیر کسی قیمت کے فی سبیل اللہ خرچ کیا۔اورکئی دفعہ جہاد کے لیے مالی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مال وزر پیش کیا۔حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: سخاوت جنت کا درخت ہے اور عثمانؓ اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہیں اور کمینگی جہنم کا درخت ہے اور ابوجہل اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی ہے (کنز العمال)۔ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی مبارک سے کپڑا نسبتاً زیادہ اوپر اٹھا ہوا تھا اسی اثناء میں علم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ چلے آرہے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی عجلت میں کپڑا نیچے کر دیا۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس ضمن میں استفسار فرمایا تو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ: کیا میں اُس سے حیا نہ کروں جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں (مسلم)۔

سیدنا عثمانؓ نے غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں بنفس نفیس شرکت فرمائی۔غزوۂ بدر کے موقع پر سیدنا عثمانؓ کی اہلیہ محترمہ دختر نبیؐ سیدہ رقیہؓ علیل تھیں، جس وجہ سے نبی علیہ السلام نے خود سیدنا عثمانؓ کو غزوہ بدر میں شرکت سے رخصت دی، مگر سیدنا عثمانؓ اس عدم شرکت کے باوجود فضائل ومناقب کے لحاظ سے شرکاء بدر میں شامل ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا کہ آپ کو اہل بدر کے برابر اجر ضرور ملے گا، نیز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غنیمت میں سے بھی حصہ دیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں میں شرکت فرمائی، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالہجرتین (دو ہجرتوں والا) بھی کہا جاتا ہے۔مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی پانی کی بنیادی ضرورت پوری کرنے کے لیے بئر رومہ نامی کنواں خریدنا ہو یا غزوہ تبوک کے موقع پر بے سروسامان صحابہؓ کے لشکر پر خرچ کرنے کا موقع ہو، ہر موقع پر سیدنا عثمانؓ نے اپنے اموال اللہ کی راہ میں بے دریغ نچھاور کیے۔سیدنا عثمانؓ کے صالحانہ وبے لوث کردار اور خدمت اسلام کی وجہ سے ہی نبی علیہ السلام نے غزوۂ تبوک کے موقع پر فرمایا کہ ''آج کے بعد عثمانؓ پر ان کے کسی عمل کے سبب پکڑ نہ ہوگی۔مسجد نبوی کے توسیع میں بھی سیدنا عثمانؓ کا مالی کردار نا قابل فراموش ہے۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بار حلوہ تیار کر کے اسے نبی علیہ السلام کی خدمت میں، جو کہ اس وقت ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ کے گھر تشریف فرما تھے، پیش کیا تو نبی علیہ السلام نے حلوہ تناول فرما کر اس کی تعریف فرمائی اور استفسار فرمایا کہ کس نے بھیجا ہے؟ معلوم ہوا کہ عثمانؓ نے بھیجا ہے تو اللہ تعالیٰ سے عثمانؓ کے ساتھ راضی ہوجانے کی دعا فرمائی۔

صلح حدیبیہ کے سال نبی علیہ السلام اپنے صحابہ کرامؓ کی معیت میں عمرہ کے ارادہ سے جانب مکہ عازم سفر ہوئے مگر معلوم ہوا کہ کفار مکہ آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمرہ ادا کرنے میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں تو آپ ﷺ نے سیدنا عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر گفت وشنید کے لیے مکہ بھیجا جہاں کفار نے سیدنا عثمانؓ کی شہادت کی افواہ اڑا دی۔اس پر نبی علیہ السلام کو انتہائی رنج وقلق ہوا اور آپ ﷺ نے سیدنا عثمانؓ کے قتل ناحق کا انتقام لینے کے لیے اپنے ساتھ موجود تقریباً ڈیڑھ ہزار

صحابہ کرامؓ سے فرداً فرداً بیعت لی، اسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ بیعتِ رضوان کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دست مبارک قرار دیتے ہوئے انؓ کی طرف سے بیعت کی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بدولت تقریباً ڈیڑھ ہزار مسلمانوں سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اللہ آپ کو ایک قمیص پہنائے گا (یعنی خلافت عطا فرمائے گا) لوگ چاہیں گے کہ آپ وہ قمیص اتار دیں (یعنی خلافت سے دستبردار ہو جائیں) اگر آپ لوگوں کی وجہ سے اس سے دستبردار ہوئے تو آپ کو جنت کی خوشبو بھی نہ ملے گی۔ یہی وجہ تھی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سبائی بلوائیوں کے پرزور مطالبہ کے باوجود بھی منصبِ خلافت سے دستبردار نہ ہوئے اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جان لٹا دی۔ اسی سبائی سازش کے نتیجہ میں خلیفۂ وقت امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اور وہ بھی ایسے وقت میں کہ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور عام مسلمان بغرض حج مکہ مکرمہ میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے دریچہ سے ظاہر ہو کر ان عاقبت نا اندیش سبائی آلہ کاروں کو تنبیہ کی مگر ان کی عقلیں ماؤف اور ضمیر مردہ ہو چکے تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے دست بردار ہونے کو کہا گیا مگر بحکم نبوی آپ رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ رَد کر دیا۔ اور چالیس دن بھوکے پیاسے روزہ کی حالت میں ان سازشی سبائیوں کے محاصرہ میں اپنے گھر میں ہی مقید رہے۔ دن رات نماز و تلاوت قرآن میں مشغول رہے۔ اور بالآخر ۱۸ ذی الحج، ۳۵ ہجری کو دوران تلاوت قرآن شہید کر دیے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

امام جود وسخا، پیکر شرم وحیا، ہم زلف علی مرتضیٰؓ، کاتبِ وحی، ذوالنورین، فاتح افریقہ، خلیفۂ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت ومنقبت کے تفصیلی احاطہ کے لیے یہ سطور نا کافی ہیں اس لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت مطہرہ کے محض چند پہلو سپرد تحریر کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ان مقدس شخصیات کی عظمت کے تحفظ کیلئے ہماری جان، مال اور وقت اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرمالے، آمین۔

بروایت ترمذی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہر نبی کے کچھ رفیق ہوتے ہیں، میرے رفیق جنت عثمانؓ ہیں۔ ترمذی ہی کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کا جنازہ لایا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھنے سے انکار فرما دیا، صحابہؓ نے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ! ہم نے تو کبھی آپ کو کسی کا جنازہ پڑھنے سے انکار کرتے نہیں دیکھا، تو رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس شخص کو عثمانؓ سے بغض تھا پس اللہ کو بھی اس سے نفرت ہے۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا عثمان ذوالنورینؓ احد پہاڑ پر چڑھ رہے تھے کہ پہاڑ ہلنے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احد! رک جا! اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ غور فرمائیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے پہاڑ کی حرکت بھی

برداشت نہیں کرتے بلکہ پہاڑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ رک جا! سوچیے کیا آج صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت ورفعت اور علوشان کے منافی فکر رکھنے والوں کی داروگیر اور سرزنش روک دی جائے؟ صحابہ کرامؓ کے لیے، نبی کریم، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تو پہاڑ کی حرکت برداشت نہیں کرتے تو کیا آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان وایقان پر اعتراضات برداشت کر لیے جائیں؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کے ان مہکتے پھولوں کو ایمان سے عاری مشہور کرنے کا متوازی اسلام منصوبہ بآسانی پہنچنے دیا جائے؟ ہرگز نہیں!!! اللہ تعالیٰ ہمیں عظمتِ صحابہؓ کے تحفظ کے لیے حتی المقدور سعی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ارشاداتِ عثمانی:

امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ چونکہ مکتب نبوت کے ایک اہم اور لائق شاگرد تھے انہوں نے اپنے مربی نبی کریم ﷺ کی تربیت کے نتیجہ میں جہاں اور کئی مواقع پر آں حضرت ﷺ کی تربیت کے مطابق قرآن وسنت کو سامنے رکھتے ہوئے احسن انداز اختیار فرمائے وہاں سیدنا عثمانؓ نے وقتاً فوقتاً علم وحکمت اور دانائی وتدبر سے بھرپور کلمات بھی ارشاد فرمائے جن میں سے چند ایک پیش ہیں:

☆ اللہ کے ساتھ تجارت کرو تو بہت نفع ہوگا

☆ بندگی اس کو کہتے ہیں کہ احکام الٰہی کی حفاظت کرے اور جو عہد کسی سے کرے اس کو پورا کرے اور جو کچھ مل جائے اس پر راضی ہو جائے اور جو نہ ملے اس پر صبر کرے

☆ دنیا کی فکر کرنے سے تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی فکر کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے

☆ متقی کی علامت یہ ہے کہ اور سب لوگوں کو تو سمجھے کہ وہ نجات پا جائیں گے اور اپنے آپ کو سمجھے کہ ہلاک ہو گیا

☆ سب سے زیادہ بربادی یہ ہے کہ کسی کو بڑی عمر ملے اور وہ سفر آخرت کی تیاری نہ کرے

☆ دنیا جس کے لیے قید خانہ ہو قبر اس کے لیے باعث راحت ہوگی

☆ اگر تمہارے دل پاک ہو جائیں تو کبھی قرآن شریف کی تلاوت یا سماعت سے سیری نہ ہو

☆ محاصرہ کے زمانہ میں جب اتمام حجت کے لیے آپ نے بالا خانہ سے سر باہر نکالا تو فرمایا مجھے قتل نہ کرو بلکہ صلح کی کوشش کرو، خدا کی قسم میرے قتل کے بعد پھر تم لوگ متفقہ قوت کے ساتھ قتال نہ کر سکو گے اور کافروں سے جہاد موقوف ہو جائے گا اور باہم مختلف ہو جاؤ گے۔

☆ محاصرہ کے زمانہ میں لوگوں نے پوچھا کہ امیر المؤمنین! آپ تو مسجد نہیں جا سکتے انہی باغیوں میں سے کوئی شخص امام بنتا ہے، ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں تو آپ نے فرمایا کہ نماز اچھا کام ہے جب لوگوں کو اچھا کام کرتے ہوئے دیکھو تو ان کے ساتھ شریک ہو جایا کرو، ہاں برے کاموں میں ان کے ساتھ شرکت نہ کرو۔

مظلومِ مدینہ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

عبدالمنان معاویہ

جب میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوں اور آیت قرآنی کے اس حصہ پر پہنچتا ہوں ''فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ج وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ '' (سورۃ البقرۃ:۱۳۷) جس ترجمہ مفتی تقی عثمانی صاحب یوں کرتے ہیں کہ:۔اب اللہ تمہاری حمایت میں عنقریب ان سے نمٹ لے گا، اور وہ ہر بات سننے والا، ہر بات جاننے والا ہے۔(آسان ترجمہ قرآن:۹۹) تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے مجھے اٹھا کر چودہ صدیاں پیچھے دھکیل دیا ہے۔اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ آج کا مدینہ منورہ نہیں ہے بلکہ ایک چھوٹی سی بستی ہے عوام کا بے پناہ ہجوم ایک مکان کو گھیرے ہوئے ہے۔مختلف قسم کی باتیں ہورہی ہیں، لیکن اسی اثنا میں چند نورانی چہرے بھی نظر آئے جن کے نورانی چہروں کو دیکھ کر جی کرتا تھا بس دیکھتا ہی رہوں اور یہ سماں یہی رک جائے، کائنات کی نبضیں تھم جائیں اور میں اِن نورانی وجودوں کا دیدار کرتا رہوں، لیکن اُن نورانی چہروں پر تجسس و پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔اور اِن نورانی چہروں کے ادب واحترام کی وجہ سے میں اُن سے کوئی گفتگو تو نہ کرسکا۔ اُن کے چلے جانے کے بعد وہاں لوگوں کی جو بھیڑ تھی، اُن سے میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں؟ کہنے لگے ہم مصر سے آئے ہیں اور ایک مطالبہ لے کر آئے ہیں، لیکن اُن کے چہروں پر نورانیت نام کی کوئی شئے نہ تھی بلکہ خوشی بھی پھیکی معلوم ہورہی تھی۔ایک اور جتھا بیٹھا تھا میں اُن کے قریب گیا اور پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں کہنے لگے بصرہ سے ، میں نے کہا کہ کیوں.؟ گویا ہوئے کہ ایک مطالبہ لے کر آئے ہیں۔کچھ الگ سے لباس میں ملبوس لوگ بھی تھے پھر میں اُن کی طرف بڑھا اور میں نے کہا کہ کہاں سے تشریف لائے، گھور کر میری طرف دیکھا اور بس کہا عراق، میں ڈرتے ہوئے کہا خیریت سے آنا ہوا، کہنے لگے ہمیں آقائے محترم عبداللہ بن سبا نے بھیجا ہے، ہم یہاں آئین کے تناظر کی رُو سے خلیفہ وقت کو معزول کرنے کے لیے آئے ہیں۔میں نے سوچا بندہ یہ ٹیڑھا ہے لیکن سچ بول رہا ہے چلو اسی سے مزید گفت شنید کرتے ہیں، پھر میں نے پوچھا کہ اس وقت خلیفہ وقت کون ہے.؟ کہنے لگا خلافت پر قابض ہے اصل میں حق وصی رسولؐ مولا علی علیہ السلام کا ہے۔میں نے کہا جناب میں نے یہ پوچھا ہے کہ آخر وہ کون ہے.؟ بڑی مشکل سے اُس کی زبان سے بس اتنا ہی نکلا ''عثمان''، میں نے پھر کہا کہ ''عثمانؓ بن عفان'' کہنے لگا ہاں۔یہ مبارک نام سنتے ہی میرے دل میں شدید داعیہ پیدا

ہوا کہ میں کسی طرح سیدنا ومولانا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زیارت کرلوں، آخر کار میں اُس بھیڑ سے بچ بچا کر ڈرتے ہوئے آگے بڑھنے میں کامیاب ہوگیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چھوٹا سا مکان ہے جس کے دروازہ پر کئی نوجوان تلواریں سونتیں کھڑے ہیں۔

میں نے وہاں کھڑے ایک نوجوان سے پوچھا کہ یہ خوبرو کون ہیں جو تلواریں سونتیں کھڑے ہیں کہنے لگا، ایک حسن بن علی، دوسرا حسین بن علی، تیسرا ابن طلحہ، چوتھا ابن زبیر، و چند دیگر صحابہ کرامؓ کے فرزند ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ واہ واہ کیا نوجوانوں تھے، یوں لگتا تھا جیسے جنت کے شہزادے دنیا میں آگئے ہوں، خوبصورت چہرے، معصومیت سے پُر، لیکن ہوشیار باش۔ جب کہ عراق، بصرہ اور مصر سے آئے ہوئے لوگوں کے چہروں پر غم کے آثار نمایاں تھے اور اُن کی روحانی ذریت کے چہروں پہ آج بھی آثارِ غم نمایاں نظر آتے ہیں شاید بنتِ علیؓ بی بی زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا کا اثر ہے کہ تم روؤ زیادہ اور ہنسو کم۔ خیر اس قصہ کو یہاں ہی رہنے دیتے ہیں۔

پھر ایک شخص مجمع عام میں آیا جو اُن میں سے نہ لگتا تھا، میں نے مجمع کے ایک فرد سے اُس کے بارے میں استفسار کیا تو معلوم ہوا کہ سابق یہودی عالم حضرت عبداللہ بن سلامؓ ہیں، اچھا تو یہ ہیں سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جن کے اسلام لانے کا واقعہ میں یہود کا اولاً تعریف کرنا جب اُن کے اسلام قبول کرنے کا پتہ چلا تو برائی کرنا ہم نے کتابوں میں پڑھا تھا۔ انہوں نے مجمع کو اپنی جانب متوجہ کیا جب سب لوگ اُن کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمانے لگے: ''لوگو! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا خیال دل سے نکال دو، اللہ کی قسم جو کوئی آپ کو قتل کرے گا تو وہ شخص کوڑھی ہوجائے گا، اور اللہ کی قسم شمشیر الٰہی اب تک نیام میں ہے اگر تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ اپنی تلوار بے نیام کردے گا، اور مسلمانوں میں باہمی ہمیشہ خون ریزی ہوتی رہے گی۔ یادرکھو! ایک نبی کو اگر قتل کر دیا جائے تو اس کے بدلہ ستر (۷۰) ہزار اور ایک خلیفہ کے بدلے پینتیس (۳۵) ہزار لوگ قتل کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد مشکل سے ہی باہمی اتحاد ممکن ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی اس تقریر سے ایک تجسس اور ایک طرح کا اطمینان حاصل ہوا، تجسس تو یہ ہوا کہ یہ لوگ یہاں قتل وغارت کی نیت سے تو نہیں آئے بلکہ اِن کے کچھ مطالبات ہیں جن کے منوانے کے لئے بطور احتجاج یہاں جمع ہیں، ہمارے ہاں بھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اسلام آباد کا گھیراؤ کر لیتے ہیں یہاں تک کہ فوجی حکمران بھی گھبرا کر بات مان لیتے ہیں تو یہ بھی اپنے مطالبات کے منوانے کی خاطر یہاں جمع ہیں اور اطمینان اس لئے ہوا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایک بزرگ صحابی رسولؐ ہیں اُن کی پُراثر بات ضرور ان کے دلوں پر اثر انداز ہوگی اور یہ کوئی اوچھی

حرکت نہیں کریں گے۔

پھر اچانک مجھے مکان کی چھت پر ایک شخص نظر آیا، درمیانہ قد، رنگ سُرخ وسفید، گھنی داڑھی، شانے چوڑے، پنڈلیاں بھری ہوئی، سر کے بال گھنے، دانت چمکدار وخوبصورت، سبحان اللہ کیا خوبصورت شخص ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے کتنا حسین بنایا ہے، ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ ایک شور اٹھا اور تمام لوگ اُن کی طرف متوجہ ہوگئے اور انہوں نے جب بھانپ لیا کہ اب سب میری جانب متوجہ ہیں تو گویا ہوئے کہ: ''لوگو! میری دس خصلتیں اللہ کے پاس محفوظ ہیں۔(۱) میں اسلام لانے میں چوتھا شخص ہوں۔(۲) رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح میرے ساتھ فرمایا۔(۳) میں کبھی گانے بجانے میں شریک نہیں ہوا۔(۴) لہو ولعب میں منہمک ومشغول نہیں ہوا۔(۵) کبھی بدی وبرائی کرنے کی خواہش بھی میرے دل میں پیدا نہیں ہوئی۔(۶) جس ہاتھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ زندگی بھر اس ہاتھ کا بھی احترام کیا۔(۷) اسلام لانے کے بعد میں ہر جمعہ کے دن ایک غلام آزاد کیا، اگر ایک جمعہ نہ کر سکا تو بعد میں کیا۔(۸) میں نے اسلام لانے سے قبل اور بعد کبھی زنا نہیں کیا۔(۹) زمانہ جاہلیت وقبول اسلام کے بعد کبھی چوری نہیں کی۔(۱۰) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے موافق میں نے قرآن جمع کیا۔(یعنی لغتِ قریش پر کروایا اور تمام بلاد اسلامیہ میں نشر کروایا)

اُن کی باتیں تمام لوگ بڑے انہماک سے سُن رہے تھے، انہوں نے اتنا کہا اور چھت سے اُتر گئے بعد میں پتہ چلا کہ یہ ''دامادِ رسولؐ، امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ'' تھے۔ اُن کی اس گفتگو کے بعد بھی یہی لگتا تھا کہ شاید حالات اب معمول پر آجائیں لیکن اچانک بھگدڑ مچ گئی کچھ لوگوں نے تیراندازی شروع کردی، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ زخمی ہوگئے، کچھ لوگ دوسری جانب بھاگ رہے تھے، شورش برپا ہو چکی تھی، کچھ سمجھ نہ آرہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے چیخ وپکار انتہاء کو تھی کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی، چند لمحے اسی کیفیت میں گذرے اور ایک شور سے، ایک دلخراش آواز سے، کلیجہ پھٹنے کو آگیا جیسے کسی نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور مجھے تخیلات کی وادی سے، اس سارے منظر سے اٹھا کر باہر پھینک دیا، جیسے کسی نے سوئے ہوئے کو جگا دیا، ایسی دل گداز صدا تھی، وہ آواز تھی کہ......امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا۔

امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی جرم کے، قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے شہید کردیا گیا۔
اِس مظلوم مدینہ کا لہو قرآن کریم کی جس آیت مبارکہ پر گرا وہ یہی عظیم الشان آیت تھی جو آج بھی امام برحق کے خونِ ناحق کی شاہدِ ناطق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ج وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۱۷)

حافظ عبیداللہ

تمنائی تلبیس

تمنا عمادی صاحب نے اس روایت کے ایک راوی مؤثر بن عفازۃ کے بارے میں یوں مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے:۔

''جبلہ بن سحیم اور موثر بن عفازہ یہ دونوں کوفی تھے اور انہیں دونوں سے یہ حدیث چلتی ہے، موثر کا سال وفات ہماری کتابوں میں مذکور نہیں۔ شیعوں کی کتاب رجال الرجال الکبیر میں ان کا نام ہے اور سال وفات 122ھ ہے اور جبلہ کا سال وفات تہذیب التہذیب میں 125ھ لکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات 32ھ یا 33ھ میں ہے یعنی موثر کی وفات سے تقریباً نوے برس پہلے۔ معلوم نہیں کس عمر میں موثر بن عفازہ نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود سے سنی تھی۔ غالباً انہیں وجوہ کی بنا پر صحاح کے دوسرے جامعین نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں داخل نہیں کیا''۔

(انتظارِ مہدی ومسیح، صفحہ 281)

عمادی صاحب کو جب موثر بن عفازہ پر کسی قسم کی کوئی جرح نہ ملی تو انہوں نے پہلے ان کے اور جبلہ بن سحیم دونوں کے کوفی ہونے کی طرف اشارہ کر کے نہ جانے کیا بتانے کی کوشش کی، کیونکہ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ میں تھے تو ظاہر ہے کوفہ والوں نے اُن سے حدیث نہیں سماعت کرنی تھی تو کس نے سنی تھی؟ پھر عمادی صاحب شیعہ کی کسی کتاب کے حوالے سے موثر بن عفازہ کا سن وفات 122 ہجری بتاتے ہیں (واضح رہے کہ ہم نے بہت سی شیعہ اسماء الرجال کی کتب میں تلاش کیا لیکن ہمیں ان کا تذکرہ کہیں نہیں ملا، معروف شیعہ ابوالقاسم خوئی نے معجم رجال الحدیث کے نام سے ایک ضخیم کتاب ترتیب دی ہے اس میں بھی موثر بن عفازہ کا تذکرہ نہیں ملا) یوں تو عمادی صاحب ایسی ہر روایت اور ایسے ہر راوی کا نام بھی سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے جن کے بارے میں ہلکا سا اشارہ بھی مل جائے کہ ان میں ''تشیّع'' تھا، لیکن یہاں شیعہ کتاب کے حوالے سے موثر بن عفازہ کا سن وفات 122ھ فرض کر کے شک پیدا کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور موثر بن عفازہ کی وفات کے درمیان تقریباً نوے برس کا فاصلہ ہے، لیکن امام احمد بن عبداللہ العجلی (182ھ - 261ھ) نے موثر بن عفازہ کے بارے میں جو صراحت کی کہ ''یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب میں سے ہیں اور ثقہ ہیں'' (حوالہ پہلے گزرا) عمادی صاحب کو اس پر یقین نہ آیا، نیز ابن حبان، ذہبی اور حافظ ابن حجر کو اس بات

میں شک نہ ہوا کہ موثر بن عفازہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے احادیث سنی ہیں یا نہیں۔

اس کے بعد تمنا عمادی صاحب نے اپنی کتاب میں مندرجہ بالا روایت کا سنن ابن ماجہ کے حوالے سے تذکرہ کیا ہے جو امام ابن ماجہؒ نے **محمد بن بشار البُندار** کے واسطے سے نقل کی ہے (جب کہ ہم نے مسند احمد کے حوالے سے جو حدیث پیش کی ہے اس کی سند میں محمد بن بشار نہیں)، پھر عمادی صاحب نے محمد بن بشار کے بارے میں جمہور ائمہ جرح وتعدیل کے تعریفی وتوثیقی اقوال کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے فن تلبیس کا یوں مظاہرہ کیا ہے:۔

''تہذیب التہذیب میں ابن حجر لکھتے ہیں کہ عمرو بن علی الباہلی (جو بخاری ومسلم کے متفق علیہ شیخ ہیں) قسم کھا کر کہتے تھے کہ بندار (یہ محمد بن بشار کا لقب تھا) کاذب ہیں، ان حدیثوں میں جن کو وہ یحییٰ سے روایت کرتے ہیں۔تو جب ایک شیخ کی حدیث میں ان کا کذب ثابت ہو چکا تو دوسرے شیوخ کی حدیثوں کے متعلق ان کا کیا اعتبار رہا؟ پھر علی بن المدینی نے بھی ان کی ایک حدیث کو جسے یہ عبدالرحمٰن بن مہدی سے روایت کرتے تھے سن کر کہا کہ ہذا کذب اور نہایت سختی کے ساتھ اس روایت سے انکار کیا۔اور یحییٰ بن معین اور قواریری بھی ان کو ضعیف قرار دیتے تھے اور انہیں قابل اعتنا نہیں سمجھتے تھے''۔ (انتظارِ مہدی ومسیح، صفحہ 281)

ہم **محمد بن بشار البُندار** کا تعارف کرانے سے قبل ایک وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ جیسے عمادی صاحب نے عمرو بن علی الباہلی کے نام کے ساتھ یہ لکھنا ضروری خیال کیا کہ ''یہ بخاری ومسلم کے متفق علیہ شیخ ہیں'' ہم بھی **محمد بن بشار البُندار** کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''یہ نہ صرف بخاری ومسلم بلکہ ترمذی، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ کے بھی متفق علیہ شیخ ہیں''۔

اب آیئے ایک نظر ڈالتے ہیں محمد بن بشار کے بارے میں علماء جرح وتعدیل کے اُن اقوال پر جو عمادی صاحب نے حسبِ عادت عمداً ذکر نہیں کیے، اس کے بعد ہم ائمہ جرح وتعدیل کا فیصلہ اُس جرح کے بارے میں ذکر کریں گے جو عمادی صاحب نے ذکر کی ہے۔

محمد بن بشّار بن عُثمان بن داؤدبن كيسان العبدي البصري البُندار

امام ذہبی نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے:''**الامام الحافظ ، راوية الاسلام** ''(امام، حدیث کے حافظ اور اسلام کے راوی)۔ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بُندار (محمد بن بشار) نے بیان کیا کہ ''میرا بیس سال سے زیادہ عرصہ یحییٰ بن سعید القطّان کے پاس آنا جانا رہا (یعنی اُن سے احادیث سنتا رہا) اور اگر یحییٰ القطّان مزید زندہ رہتے تو میں اُن سے اور بھی بہت کچھ سُن لیتا۔امام ابوداود کہتے ہیں:''میں نے بُندار سے پچاس ہزار کے قریب احادیث لکھی ہیں......اگر اُن میں سلامتی نہ ہوتی (یعنی ان کی حدیث قابل اعتبار نہ ہوتی) تو اُن کی حدیث ترک کر دی جاتی''۔ برقانی نے امام ابن خُزیمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ نے محمد بن بشار سے حدیث روایت کرتے ہوئے یوں فرمایا:''**حدّثنا الامام**

محمد بن بشار ''(ہم سے بیان کیا امام محمد بن بشار نے)۔اور کبھی ابن خزیمہ یوں فرماتے: ''حدّثنا امام أهل زمانه محمد بن بشار ''(ہم سے اپنے زمانے کے امام محمد بن بشار نے بیان کیا)۔ محمد بن سیّار نے محمد بن بشار کو ''ثقہ'' کہا۔ امام عجلی نے ان کے بارے میں کہا: ''بصري ثقة كثير الحديث ''(ثقہ بصری ہیں اور بہت زیادہ حدیثوں والے ہیں)۔ابوحاتم نے انہیں ''صدوق'' (سچا) کہا۔امام نسائی نے کہا: ''صالح لا بأس به'' (وہ درست ہیں، ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں)۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں کہا: ''محمد بن بشار نے مجھے لکھا'' (یعنی محمد بن بشار نے حدیث لکھ کر مجھے بھیجی) اور پھر امام بخاری نے مع سند وہ حدیث نقل کی ہے، تو اگر امام بخاری کو محمد بن بشّار پر اعتماد نہ ہوتا تو آپ اُن کی طرف سے لکھ کر بھیجی جانے والی حدیث کبھی بیان نہ کرتے۔امام دار قطنی نے محمد بن بشار کے بارے میں کہا کہ وہ ''مضبوط حفاظ حدیث'' میں سے ہیں۔ابن حبان نے انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔امام ذہبی نے ''الکاشف'' میں لکھا ہے کہ: ''بہت سے لوگوں نے ان کی توثیق کی ہے''۔حافظ ابن حجر نے ''تقریب التہذیب'' میں انہیں ''ثقہ'' لکھا ہے۔اور ''تہذیب التہذیب'' میں ذکر کیا ہے کہ امام بخاری نے محمد بن بشار سے 205 احادیث اور امام مسلم نے 460 احادیث روایت کی ہیں۔

(تهذيب التهذيب، ج9 ص70 /معرفة الثقات للعجلي، ج 1 ص 49 /ثقات ابن حِبان، ج9 ص111 /التاريخ الكبير، ج1 ص49 / تهذيب الكمال، ج24 ص511 /تقريب التهذيب، ص469 / الجرح والتعديل، ج7 ص214 /الكاشف، ج2 ص159 /تاريخ الاسلام، ج6 ص165 /تذكرة الحفاظ، ج2 ص72 /سير أعلام النبلاء، ج12 ص 144).

قارئین محترم! علمی امانت کا تقاضا تھا کہ عمادی صاحب اگر محمد بن بشار کا تعارف کرانا چاہتے تھے تو مندرجہ بالا اقوال بھی ذکر کرتے، لیکن انہوں نے صرف یہ نقل کیا کہ عمرو بن علی الفلاس الباہلی نے قسم کھا کر کہا کہ بُندار (یہ محمد بن بشار کا لقب ہے) اُن حدیثوں میں کاذب ہیں جو وہ یحییٰ سے روایت کرتے ہیں۔ پھر عمادی صاحب نے یہ بیان کیا ہے کہ علی بن المدینی کے سامنے ایک حدیث بیان کی گئی (وہ حدیث یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تسحروا فان في السحور بركة۔سحری کیا کرو، بے شک سحری کرنے میں برکت ہے) تو علی بن المدینی نے کہا: یہ جھوٹ ہے اور انہوں نے نہایت سختی سے اس کا انکار کیا۔نیز عمادی صاحب نے یحییٰ بن معین اور قواریری کے بارے میں نقل کیا کہ وہ محمد بشار کو ضعیف سمجھتے تھے۔

افسوس عمادی صاحب نے عمرو بن علی الفلاس وغیرہ کی جرح تو ذکر کر دی لیکن اس جرح کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کا تبصرہ نقل نہ کیا۔امام ذہبی میزان الاعتدال میں محمد بن بشار کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

''ثقة صدوق. كذّبه الفلاس، فما أصغى أحد الى تكذيبه لتيقّنهم أن بُنداراً صادق أمين ''

وہ ثقہ اور سچے ہیں۔(عمرو بن علی) الفلاس نے انہیں کاذب کہا ہے لیکن کسی نے بھی فلاس کی بات پر کان نہیں دھرے کیونکہ سب کو یقین ہے کہ بُندار سچے اور امانت دار ہیں۔ (ميزان الاعتدال، ج3 ص490 ، دار الفكر بيروت)

پھر یہیں امام ذہبی نے یحییٰ بن معین اور قواریری کا ذکر کیا ہے کہ وہ محمد بن بشار کو ضعیف سمجھتے تھے، اور پھر اپنا تبصرہ یوں کیا ہے۔

''**قلتُ: قد احتج به أصحاب الصحاح كلهم، وهو حجة بلا ريب**'' میں (یعنی امام ذہبی) کہتا ہوں کہ محمد بن بشار سے حدیث کی تمام صحیح کتابوں والوں نے بطور حجت قبول کیا ہے اور وہ بلا شک حجت ہیں (لہٰذا یحییٰ بن معین اور قواریری کی غیر مفسر جرح کی کوئی حیثیت نہیں۔ ناقل)۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں عمرو بن علی الفلاس کی جرح کے بارے میں لکھا:۔

''**وضعّفه عمرو بن علي الفلاس ولم يذكر سبب ذلك، فما عرجوا على تجريحه**''۔ عمرو بن علی الفلاس نے ان کی تضعیف کی ہے، لیکن اس کا کوئی سبب ذکر نہیں کیا، لہٰذا اُن کی جرح کو کسی نے بھی قابل اعتناء نہیں سمجھا۔ (هدى الساري مقدمة فتح الباری، ص 437)

پھر حافظ ابن حجر نے یحییٰ بن معین اور قواریری کی جرح ذکر کرنے کے بعد لکھا:۔

''**قال الازدي: وبندار قد كتب عنه الناس وقبلوه وليس قول يحيىٰ والقواريري مما يجرحه وما رأيتُ احداً ذكره اِلا بخير وصدق**'' ازدی نے کہا: بُندار (یعنی محمد بن بشار) سے لوگوں نے احادیث لکھی ہیں اور انہیں قبول کیا ہے، لہٰذا یحییٰ اور قواریری کی جرح انہیں مجروح نہیں کرسکتی، میں نے جسے بھی دیکھا اُس نے اُن کا ذکر خیر اور سچائی کے ساتھ ہی کیا۔ (تهذيب التهذيب، ج9 ص72)

لیجیے! علماء رجال تو فلاس، یحییٰ بن معین اور قواریری کی محمد بن بشار پر کی گئی جرح کو ''غیر مفسر اور بلا سبب'' ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کرتے، لیکن عمادی صاحب جنہوں نے اپنی کتاب کے سرورق پر ''فن رجال کی روشنی میں'' کا عنوان لکھا ہے وہ اس کی بنیاد پر محمد بن بشار کو جھوٹا ثابت کر رہے ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ علی بن المدینی کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ایک حدیث پیش کی گئی کہ ''سحری کیا کرو، سحری میں برکت ہے'' جس کی سند میں محمد بن بشار بھی تھے تو انہوں نے کہا یہ ''جھوٹ ہے''، تو عرض ہے کہ علی بن المدینی نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ ''چونکہ اس کی سند میں محمد بن بشار ہے اس لئے یہ جھوٹ ہے''، جو لفظ علی بن المدینی سے نقل کیے جاتے ہیں وہ ہیں ''**هذا كذب**'' یہ جھوٹ ہے یعنی یہ حدیث جھوٹ ہے۔ اب کیوں جھوٹ ہے؟ اس کی کوئی وجہ علی بن المدینی سے ذکر نہیں کی جاتی، واضح رہے کہ یہ حدیث شریف صحیح ہے اور نہ صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بلکہ حضرت انس بن مالکؓ سے بھی مروی ہے (دیکھیں صحيح البخاری، حدیث نمبر 1923 / صحيح مسلم، حدیث نمبر 1095 / سنن ترمذی، حدیث نمبر 708 / سنن ابن ماجة، حدیث نمبر 1692 وغيرها من الكتب) تو علی بن المدینی کا اس حدیث کو جھوٹ کہنا نا قابل فہم ہے اور جن لوگوں نے اُن سے یہ قول نقل کیا ہے انہوں نے اس کا کوئی سبب یا علت ذکر نہیں کہ ہمیں معلوم ہوا انہوں نے اس حدیث کو جھوٹ کیوں کہا؟۔ (جاری ہے)

تو ہی تو ہے (حمد)

محمد فیاض عادل فاروقی

سب جہانوں کا ہے آقا، تو ہی تو
کل خلائق کا ہے ملجا، تو ہی تو

پیر پیغمبر ترے محتاج سب
سب بھکاری، اور داتا تو ہی تو

ہو کے عالم سے الگ ، رہ کر جدا
ہے اسی میں کار فرما ، تو ہی تو

تجھ سے ہر اک ہے ، کسی میں تو نہیں
سب ہیں تیرے اور سب کا تو ہی تو

تو ہی عرش و فرش کا سب نور ہے
نور بھی تقسیم کرتا تو ہی تو

تیرے ہی دم سے ہے روشن کائنات
سارے عالم کا اجالا تو ہی تو

کیوں ہو ایجادات و تخلیقات میں
تیرا ہمتا ؟ ہے اکیلا ، تو ہی تو

آئینے میں تو نہ تیرا عکس ہے
ہے فقط اپنے ہی جیسا ، تو ہی تو

تو نے لا شے سے بنائی شے ہر اک
شے کو لاشے کرنے والا تو ہی تو

تجھ سے ہر اک چیز کا گو ہے صدور
ہے الگ ہر شے سے رہتا تو ہی تو

سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ

محمد سلمان قریشی

شکر اللہ کا ہم کریں دوستو! کی محبت عطا جس نے عثمانؓ کی
اُن کی عظمت فضیلت ملے گی تمہیں آیتوں میں جو ہیں رب کے قرآن کی

جب بلایا نبیؐ نے خدا کی طرف دوڑ کر آئے جن کو تھی حق کی طلب
اولیں میں ہیں عثمانؓ صدیقؓ نے دی ہے دعوت انہیں دین وایمان کی

عِلم و حِکمت کی دولت نبیؐ سے ملی اُس پہ زہد وغناء اور سادہ روی
امتیازی حیا ساتھ جودوسخاء خاص اُن پر عنایت تھی رحمان کی

پاس اُن کے جو تھا دے دیا سب کا سب اس وجہ سے تو اُن کا غنیؓ ہے لقب
دین آقاؐ کو جب بھی ضرورت پڑی پیارے عثمانؓ کے ساز وسامان کی

دہرے دامادِ ختم الرسلؐ ہیں وہی اور اُن کا ہے دو نُور والا لقب
وہ ہیں شوہر رقیہؓ وکلثومؓ کے بیٹیاں جو ہیں نبیوں کے سلطان کی

جو براہیمؑ کے بعد پہلے پہل اپنی زوجہ رقیہؓ کے ہمراہ خود
کر کے راہِ خدا میں وہ دو ہجرتیں کی ہے تعمیل آقاؐ کے فرمان کی

ناز کیونکر نہ ہو اُن پہ اسلام کو کافروں کی جو رکھ دیں الٹ کر صفیں
رہبری ہیں رسولِؐ خدا کی لڑے کفر سے جب ہوئی جنگ گھمسان کی

آپؓ ہی کے سبب سارے احباب کو اپنے رب سے رضا کی سند مل گئی
آپؐ نے اپنے پیارے غنیؓ کے لیے لی صحابہؓ سے بیعت جو رضوان کی

پہلے صدیقؓ اکبر خلیفہ ہوئے بعد فاروقِؓ اعظم کے عثمانؓ بنے
پہلے آئے ہیں بیعت کو حضرت علیؓ جب خلافت ہوئی ابنِ عفانؓ کی

کارنامہ ادا آپؓ نے یہ کیا قِرأتِ آقاؐ پر سب کو جمع کیا
جمعِ قُرآن پر ساری اُمت تیری تا قیامت ہے ممنون احسان کی

خِرقہ اسلام کا اوڑھ کر ہے کیا جس نے فتنہ بپا وہ تھا ابنِ سباء
نوچتا تھا خلافت کی دستار کو سازشیں جس نے کیں خوب بہتان کی

اُن کو آقاؐ نے جب خود ہی فرما دیا پہنے رکھنا خلافت کی تم یہ قباء
حکم پر اپنے آقاؐ کے چلتے ہوئے جاں مدینے کی حرمت پہ قربان کی

شہرِ طیبہ کی حرمت نہ پامال کی خوں خرابہ وہاں پر گوار نہ تھا
وہ تھے محوِ تلاوت جب آئی قضا شاہد اس کی ہیں آیات قرآن کی

باغیوں نے خلافت کے مرکز پہ جب تیر و نیزہ و خنجر سے حملہ کیا
اُن سے لڑنے حسنؓ اور حسینؓ آئے ہیں ذمہ داری نبھائی نگہبان کی

اُن سے بیعت علیؓ نے بھی کی دوستو! اور حسنینؓ بھی اُن پہ قربان تھے
جاں دینا صحابہؓ پہ وہ سیکھ لے ذمہ داری ہے یہ ہر مسلمان کی

ہے یہ فرمانِ آقاؐ سنو مومنو! جو بھی ہے نکتہ چیں میرے اصحابؓ کا
تم نہ کھاؤ پیئو اُس سے کچھ بھی کبھی حیثیت دینا اُس کو نہ مہمان کی

سب کو ملتا نہیں یہ شَرَف دوستو! میرے آقاؐ کی مجھ پر نظر خاص ہے
اُن کی توصیف میں شعر کہنے لگا کم نہیں ہے سعادت یہ سلمان کی

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے بعد میرے صحابہ کو اپنی گفتگو کا نشانہ مت بنانا، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میری وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی عنقریب اللہ اس کی گرفت فرمائے گا۔

(مسند احمد، 57,54/5)

عشق کے قیدی (قسط:۱۳)

ظفر جی

سینٹ بارتھیلومیوڈے

موسمِ بہار کی آمد آمد تھی اور موسم کافی خوشگوار تھا۔شہر کے حالات جاننے کے لئے ہم موتی بازار سے مستی گیٹ بازار کی طرف با پیادہ جارہے تھے۔بازار بالکل سنسان پڑے تھے۔دُور سنہری مسجد کی طرف سے کچھ نعروں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔شاید کوئی جلوس آرہا تھا۔اس دوران اچانک فائرنگ کی تڑتڑاہٹ سے فضاء گونج اُٹھی۔بے شمار پرندے جھاڑیوں سے اُڑ کر فضاء میں چکّر لگانے لگے۔اس کے ساتھ ہی ایک عجیب بے ہنگم شور سنائی دیا۔ہم صورتحال جاننے کے لئے ہٹہ بازار کی طرف دوڑے تو سامنے سے ایک سول وین مستی گیٹ بازار طرف مڑی۔

"سائیڈ پکڑو.....سائیڈ..." چاند پُوری چلائے۔

ہم نے جلدی سے ایک دیوار کی اوٹ لی اور ایک چھید سے باہر دیکھنے لگے۔وین ہم سے کوئی دوسو قدم کے فاصلے پر آ کر رُکی۔اس میں لمبے بالوں والے تین چار جوان نکلے۔جنہوں نے فوجی وردیاں پہن رکھی تھیں۔انہوں نے دیوار کی سمت دو تین اندھا دھند بلٹ فائر کئے اور گاڑی میں بیٹھ کر رفو چکّر ہو گئے۔دونوں گولیاں قریبی دوکان کے فرنٹ پر لگیں اور کچھ فرش اکھڑ کر ہمارے اوپر آ گرا۔

" کیا ہو رہا ہے یہ؟" میں نے پھولی سانس سے کہا۔"فوجی ہمیں کیوں مار رہے ہیں؟ "

"فوجی نہیں، ''خلیفہ قادیان'' کے رضا کار ہیں۔وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ "

" کیا ہوا؟ "

"شہر میں قتل وغارت کا ٹھیکہ مرزائیوں کو مل گیا۔چلو اب نکلو یہاں سے۔"

ہٹہ بازار میں ہمیں صرف ایک ہی ذی روح نظر آیا۔پینٹ کوٹ والا ایک بوڑھا کرسچیئن جو کُچّھا گراں کی طرف بھاگ رہا تھا۔اس کے گلے میں بڑی صلیب بری طرح جھول رہی تھی۔

"مسٹر گین....مسٹر گین؟" چاند پوری نے آواز دی۔

"مسٹر گین؟ "

"لاہور بلدیہ کا انچارج ہے....ایک منٹ....مسٹر گین....مسٹر گین...."انہوں نے دوبارہ آواز لگائی۔

مسٹر گین یکا یک رُکے۔ گلے میں پڑی صلیب کو چوما اور چلائے۔"اِٹس سینٹ بارتھیلو میوڈے....رن اَوے "

اس بعد وہ ہولی جوسس...ہولی جوسس کرتے ایک گلی میں گھس گئے۔

"سینٹ بارتھیلو میوڈے؟"

"ریاست اور مذہب کے بیچ ہونے والی سب سے بڑی جنگ، جس میں ہزاروں پادریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا ....اللہ پاکستان پر رحم فرمائے! "

ہم موتی مسجد کے قریب پہنچے تو سڑک پر خون ہی خون پڑا تھا۔ وہ دن لاہور کی تاریخ میں سینٹ بارتھیلو میوڈے ہی تھا۔ پولیس نے بھی اس روز دل کھول کر فائرنگ کی اور پراسرار جیپ پر سوار قادیانی دہشت گرد بھی شرح صدر سے گولیاں چلاتے رہے۔ سارا دن پولیس گولیوں اور سنگینوں سے تحریک کے جوش کو ٹھنڈا کرتی رہی اور مسلمان خونِ جگر دے کر عقیدۂ ختم نبوت کی آبیاری کرتے رہے۔ صبح صبح بھاٹی دروازے کے قریب سے گزرنے والے ایک جلوس کو پولیس نے کرفیو کی خلاف ورزی قرار دے کر بھون ڈالا۔ نولکھا بازار میں بھی ایک جلوس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ سرکلر روڈ بیرون دہلی دروازہ سے گزرنے والے ایک جلوس پر بھی گولیاں برسائی گئیں۔ چودھری محمد حسین ایس پی نے میکلوڈ روڈ کے ایک جلوس پر اندھا دھند فائرنگ کر کے اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کیا۔ نسبت روڈ پر آغا سلطان احمد نے فائرنگ کی اور جلوس پر گولیاں برسائیں۔ اسسٹنٹ سب انسپکٹر موچی دروازہ نے بھی ایک جلوس پر گولیاں برسا کر شرکاء کے جسم و جان ہی نہیں، قلب وجگر کو چھید ڈالا۔ چائنیز لنچ روم مال روڈ پر پندرہ سے بائیس سالہ نوجوانوں کا ایک مختصر سا گروہ کلمہ طیّبہ کا وِرد کرتے ہوئے برآمد ہوا۔ ایک بے ضمیر ڈی آئی جی ملک حبیب اللہ نے اُسے بلا اشتعال فائرنگ کا نشانہ بنایا۔ شہید ہونے والے آٹھ دس نوجوانوں کی لاشوں کو ملک نے ٹرکوں میں اس طرح پھنکوایا، جیسے شکار کئے جانے والے جانور پھینکے جاتے ہیں۔

دہلی دروازہ کے قریب سے ایک بارات گزر رہی تھی۔ اچانک سامنے سے فائرنگ کی آواز آئی اور پولیس کے کچھ جوانوں نے بارات کو معذرت کر کے واپس جانے کا حکم سنایا۔ حقیقتِ حال معلوم ہونے پر دُولہا کی بوڑھی ماں نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا:

"بیٹا....آج کے دن کے لئے میں نے تمہیں جنا تھا۔ میں تمہاری شادی اس دنیا میں نہیں، اب آخرت میں کروں گی۔ تمہاری بارات میں سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم کو مدعو کروں گی۔ جاؤ اور ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلّم پر پروانہ وار نثار ہو جاؤ۔ "

سعادت مند بیٹا ختم نبوت، زندہ باد کے نعرے لگا تا ہوا آگے بڑھا اور سینے پر گولی کھا کر ناموسِ رسالت صلّی اللہ علیہ والہ وسلم پر اپنی جان وار گیا۔

پورا لاہور فائرنگ کی تڑتڑاہٹ سے گونج رہا تھا۔ پولیس باؤلے کُتّے کی طرح تاک تاک کرنشانے باندھ رہی تھی۔ جگہ جگہ ختمِ نبوت کے پروانوں کے لاشے تڑپ رہے تھے۔ دہلی دروازہ سے باہر صبح سے عصر تک جلوس نکلتے رہے اور لوگ دیوانہ وار سینوں پر گولیاں کھا کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عزت وناموس پر جانیں نچھاور کرتے رہے۔ عصر کے بعد جب کچھ سکون ہوا تو ایک بوڑھا اپنے پانچ سالہ معصوم بچّے کو کندھے پر اٹھائے نکلا۔ باپ نے ختمِ نبوت کا نعرہ لگایا تو معصوم نے توتلی زبان میں جواباً زندہ باد کہا۔ اسی اثناء میں دو گولیاں فائر ہوئیں اور دونوں کو چھلنی کر گئیں۔

رات دیر گئے تک حق و باطل کا یہ معرکہ جاری رہا اور اہلِ حق اپنے سینوں پر گولیاں کھا کھا کر شہادت کے جام پیتے رہے۔ پولیس لاشیں اٹھا اٹھا کر چھانگا مانگا کے جنگلوں میں گڑھے کھود کر دفن کرتی رہی۔ مسجدِ وزیر خان سے بعد نمازِ مغرب 25 عاشقانِ صادق کے جنازے اٹھائے گئے۔

تا ابد چمکیں گے یہ نور کے ہالے تیرے — ہاتھ باندھے ہیں کھڑے چاہنے والے تیرے
معرکۂ بدر و احد اور کبھی کرب و بلا — کیسے اندازِ محبت ہیں نرالے تیرے

رات ہوئی تو لوگ گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر اذانیں دینے لگے۔ لاہور میں کوئی گھر ایسا نہ تھا، جہاں شہداء کا تذکرہ نہ تھا۔ پورا شہر ہنگامہ زار بنا ہوا تھا۔ رات بھر دُور دُور تک مہیب اور ہولناک شور کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔

....

رات ایک بجے ہوم سیکرٹری، آئی جی، ڈی آئی جی، جنرل اعظم خان اور بعض دوسرے فوجی افسران وزیرِ اعلیٰ کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ وزیرِ اعلیٰ انتہائی بے تابی سے ان سب کا انتظار کر رہے تھے۔ ادھر یہ لوگ پہنچے، ادھر اجلاس شروع ہوگیا۔
"ٹُونٹس سائلنس اِن دی گریف آف مارٹائر...ڈی ایس پی سیّد فردوس شاہ!" وزیرِ اعلیٰ نے کہا اور سب لوگ سوکھی توری کی طرح منہ لٹکا کر بیٹھ گئے۔

دو منٹ کی مہیب خاموشی کے بعد وزیرِ اعلیٰ نے سکوت توڑا۔

"آج کا دِن پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن تھا۔ شرپسندوں نے دِن دیہاڑے ایک بہادر ڈی ایس پی کو نہ صرف موت کے گھاٹ اتارا، بلکہ اس کی لاش بھی مسخ کر دی۔ ثابت ہوا کہ اس تحریک کا مقصد ملک میں قتل وغارت گری کے سوا کچھ نہیں، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ پولیس اور فوج مل کر بھی، شہر کو اِن شرپسندوں سے خالی نہیں کرا سکے۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر کیوں

؟ویئر اِز دی پرابلم؟ "

"سر! دوپہر سے لے کر اب تک پولیس مسلسل گولیاں چلا رہی ہے۔" آئی جی نے بتایا۔

"ہم دس کو مارتے ہیں۔ اُن کی جگہ بیس اور آن کھڑے ہوتے ہیں۔ دِس اِز ریڈیکولس۔ آئی تھنک ناؤ ملٹری شُڈ کمپلیٹ لی ٹیک اووَر دی چارج!"

"کیوں جنرل صاحب! آر یُو رَیڈی ٹُو کم اَپ اِن دی فرنٹ؟" وزیرِ اعلیٰ نے پوچھا۔

جنرل اعظم نے جیب سے کچھ کاغذات نکالے، اور نظر کا چشمہ درست کرتے ہوئے گویا ہوئے:

"سر! پہلے میں آپ کو ملٹری ایڈ ٹو سِول پاور کی وضاحت کر دوں۔ "

"دیکھئے جنرل صاحب! یہ قانونی وضاحتوں کا وقت نہیں... اِٹس وار! اب فوج کو توپ و تفنگ سمیت میدان میں اترنا چاہیے اور اگر ایسا نہ ہوا تو ہر گلی، ہر چوک میں ایک پولیس افسر کی لاش پڑی ہوگی۔ "

"سر! توپ خانہ وہاں استعمال ہوتا ہے، جہاں دشمن بھاری ہتھیار لئے سامنے کھڑا ہو۔ کراؤڈ کے ہاتھ میں بوتلیں اور ڈنڈے ہیں۔ طاقت کے بے جا استعمال سے مسائل پیدا ہوں گے۔" جنرل نے کہا۔

"ٹھیک ہے، لیکن سم وَن ہیو ٹو ڈُو سم تھنگ فار دِس بُل شٹ! اس تحریک کو سختی سے کچلنا ہماری مجبوری ہے۔ ورنہ کل کوئی اور تحریک اُٹھ کھڑی ہوگی۔ برٹش راج کو بھی اِن ملاؤں نے پریشان کئے رکھا اور اب پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بجانے پر تُل گئے ہیں۔ "

"سر! آئین کے مطابق فوج جو کردار ادا کر سکتی ہے، کر رہی ہے۔ امن وامان کی بنیادی ذمہ داری پولیس کی ہی ہے۔ بارڈر پولیس بھی اس کے ساتھ ہے۔ اگر کسی ایریا میں حالات پولیس کی دسترس سے باہر ہو گئے تو فوج آٹومیٹیکلی وہاں ٹیک اوور کر لے گی۔!"

"حیرت ہے! یعنی آپ کے خیال میں اب تک کے حالات بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں؟" آئی جی نے کہا۔

"آف کورس! سوائے ایک پر تشدد واقعہ کے اور کچھ نہیں ہوا۔ کہیں کوئی پراپرٹی، کوئی گاڑی نہیں جلی۔ کوئی توڑ پھوڑ نہیں ہوئی۔ ان حالات میں طاقت کا اتنا ہی استعمال کیا جائے جتنا مناسب ہے۔ "

مسجد وزیر خان سے اذانِ فجر بلند ہوئی تو یہ اجلاس ختم ہوا۔

(جاری ہے)

''میاں دو کریم''......ایک انوکھی اور البیلی دُنیا کی سیر

حافظ عابد مسعود ڈوگر

حرمین شریفین کی حاضری ہر دل مسلم کی آرزو رہتی ہے۔کون ہے جس کے دل میں یہ آرزو نہ مچلتی ہو؟! حاجی لوگ جب دیارِ حرم سے واپس لوٹتے ہیں تو جہاں ان کے سامانِ سفر سے قسم قسم کے تحائف برآمد ہوتے ہیں وہیں ان کی زبانوں پر ایمان افروز، تحیر آمیز، دل کش اور یادگار واقعات ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ زبانی گفتگو کے ذریعے وہاں کی آپ بیتیاں محبت بھرے انداز میں سنا رہے ہوتے ہیں، اور اگر کوئی ادیب اور قلم کا دَھنی دیارِ حرم سے واپس لوٹے تو اس کے قلم کا بانکپن قابل دِید ہوتا ہے۔ یوں بھی دور دراز کے سفر کی روداد سننا ایک قدیم روایت ہے۔ایک وقت تھا جب باہر سے تازہ وارد مسافروں سے نگرنگر کی کہانیاں بصد شوق سنی جاتی تھیں۔حرمین کا سفر تو مسلمان کی آرزوؤں کا سفر ہوتا ہے۔اس کی حکایت سے مستفید ہونے کی خواہش کون نہیں رکھتا؟! عشاق کے لیے یہ فردوس گوش بھی ہے اور معراج تصور بھی۔

اردو کا ادب حرمین کے سفرناموں سے مالامال ہے۔کہا جاتا ہے کہ اردو کا سب سے پہلا سفرنامہ دوسواڑتیس برس قبل مولانا رفیع الدین مرادآبادی نے ۱۲۰۱ھ میں لکھا۔ ہندوستان کے اوّلین حج سفرناموں میں برصغیر کی معروف روحانی اور علمی شخصیت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۵۵۱ء،۱۶۴۲ء) کا سفرنامہ ''جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب''، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے ''فیوض الحرمین''، نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کے ''ترغیب المسالک الیٰ احسن المما لک''، نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کے ''رحلۃ الصدیق الیٰ بیت العتیق'' اور بعض دیگر قدیم مصنفین کے سفرنامے ذوق وشوق سے پڑھے گئے۔ زمانہ قریب میں ممتاز مفتی کا سفرنامہ ''لبیک'' بھی بہت پڑھا گیا۔اسی طرح مولانا امین احسن اصلاحی کے ''مشاہدات حرم''شورش کاشمیری مرحوم کا ''شب جائے کہ من بودم''۔ مولانا سمیع الحق کا سفرنامہ ''گنبدِ خضریٰ کے سائے میں'' اور ابھی حال ہی میں مولانا عبدالقیوم حقانی کے متعدد سفرناموں پر مشتمل کتاب ''کعبہ مرے آگے'' خاصے کی چیز ہیں۔اس سلسلہء مرواریدمیں اب ہمارے دوست مولانا محمد احمد حافظ بھی اپنے سفرنامے ''میاںِ دو کریم'' کے ساتھ شامل ہوگئے ہیں۔

عالم دین، صاحب طرز ادیب مولانا محمد احمد حافظ (مدیر ماہ نامہ ''وفاق المدارس'' ملتان) کو حرمین کے سفر کی سعادت حاصل ہوئی تو واپسی میں حرمین شریفین کی متبرک اور مشکبو یادیں بھی لیتے آئے۔ان کی یہ خوب صورت یادیں روزنامہ اسلام کے صفحات میں قسط وار شائع ہوکر اہل دل سے خراج تحسین حاصل کرتی رہیں۔ہمیں انتظار تھا کہ یہ سفرنامہ

کتابی صورت میں شائع ہو۔تھوڑا عرصہ قبل اطلاع ملی کہ یہ سفرنامہ ''میانِ دوکریم'' کے نام سے شائع ہوگیا ہے۔ہم روز نامہ اسلام میں بہت سی قسطیں پڑھ نہیں سکے تھے،اس لیے کتاب کی اشاعت کا اشتیاق بھی کافی تھا۔جلد کتاب حاصل کی، ظاہری اور معنوی خوبیوں سے آراستہ یہ کتاب کئی دن تک ہمارے سرہانے رکھی رہی۔کتاب کیا ہے،مصنف نے اپنا خونِ جگر ودیعتِ مژگاں کیا ہے۔ایسی مرصع مگر سبک تحریر عرصے بعد پڑھنے کو ملی۔جذبات کا ایک وفور ہے۔آدمی تھوڑی دیر پڑھتا ہے،چند لحظہ آنکھیں بند کرکے تحریر کا لطف لیتا ہے،اپنے آپ کو اس مقدس دیار میں محسوس کرنے لگتا ہے،پھر پڑھنا شروع کردیتا ہے۔لگتا ہے کہ حافظ صاحب نے جملوں کی تراش میں بھی خاصی محنت سے کام لیا ہے۔بعضے بعضے جملوں کی دمک دیدنی ہے۔لگتا ہے موتی پروئے ہیں۔کتاب کا نام ''میان دوکریم'' علامہ اقبال کے اس شعر سے ماخوذ ہے:

یارب توکریمی و رسول تو کریم صدشکر کہ ہستیم ''میانِ دو کریم''

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم دوکریم آقاؤں کے درمیان ہیں،اور یہی بات گنہ گار اُمتیوں کے لیے بہت بڑا سہارا ہے۔

''میان دوکریم'' نے مصنف کے وژن اور شگفتگی بیان کو حرم کے سفرناموں میں ممتاز حیثیت دلا دی ہے۔انہوں نے جذبے اور فکر کو باہم دگر آمیخت کرکے لطف وانبساط کی ایک البیلی دنیا بسائی ہے۔آغاز ہی دیکھیے،میانِ دوکریم کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

''کعبے کی محبت تو ہمارے ایمان کا حصہ ہے......اس کی دِید کے لیے دِل ہر آن مچلتا رہتا ہے......کون ہے جسے حرمین شریفین حاضری کی آرزو نہ ہو...... کتنے ہی دل گرفتہ ہیں جو حرمین میں حاضری کے لیے تڑپتے رہتے ہیں،البتہ وہاں جانا نصیب سے ہی ہوتا ہے......بُلاوا آتا ہے تو بات بنتی ہے...... برسوں گزر گئے اِس بلاوے کے انتظار میں......خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کے اَلفاظ میں:

مساگ ملیندے دَا گزرگیا ڈینہہ سارا سنگار کریندے دَا گزر گیا ڈینہہ سارا
کجلہ پایم سُرخی لایم کیتم یار وَسارا کانگ اوڈیندیں عمر وہانڑی آیا نہ یار پیارا

شاید دردوفراق کی یہ گھڑیاں مزید طویل ہوجاتیں......کہ ایک دن سچ مُچ بلاوا آگیا......دوستوں نے کہا رَختِ سفر باندھ لو......اور بصد ذوق وشوق چلو...... پہلے تو یقین نہ آتا تھا......تُو کجا ومن کُجا؟......مگر پاسپورٹ پر لگے ویزے کو جھٹلانا ممکن نہ تھا......لگتا تھا کہ آہیں رنگ لے آئی ہیں اور وہ اَن دیکھی ہستی مائل بہ لطف وکرم ہے......''

مکہ مکرمہ میں پہلی مرتبہ حاضری ہوتی ہے تو طرح طرح کے جذبات دل ودماغ میں اُمڈ رہے ہوتے ہیں،حافظ صاحب کی

اس وقت کیا کیفیت ہوئی؟ ذرا ملاحظہ فرمائیے......

''گاڑی اب شہر مکہ میں داخل ہوگئی تھی، جوں جوں حرم مکی قریب آرہا تھا ازدحام بڑھ رہا تھا، سڑکوں پر لمبی لمبی کوچیں اور فٹ پاتھ پر انسانوں کا ہجوم......ڈرائیور کو قدم قدم پر ایک جھٹکے کے ساتھ بریک لگانا پڑ رہی تھی......اور ہر جھٹکے پر دل کی نبض ڈوب ڈوب جاتی تھی۔ ایک مجرم کھینچ کے لے آیا گیا تھا اور اب اُسے پروردگارِ عالم کے دربار میں حاضری کا مرحلہ درپیش تھا۔ غالباً عشاء کی نماز ہوچکی تھی جب ہی تو لوگ اَنبوہ در اَنبوہ نکلے چلے آرہے تھے۔ گاڑی دِھیرے دِھیرے چل رہی تھی......اچانک ہی موڑ کاٹتے ہوئے کعبۃ اللہ کے مینار نظر پڑے، ان میناروں سے پھوٹنے والی روشنیوں سے دل پر نرم سی پھوار پڑ گئی......زباں سے اَللہ پاک کا شکر جاری ہوگیا......اللھم لک الحمد ولک الشکر......''

کعبۃ اللہ کے سامنے پہلی حاضری بھی انسان کی داخلی دنیا میں ایک عجیب وغریب کیفیات پیدا کردیتی ہے۔ یہ زندگی بھر کا انوکھا تجربہ ہوتا ہے۔ دیکھیے تو یہ کیفیت الفاظ کے روپ میں کیسی لگتی ہے؟

''شُست!......دیکھو کعبۃ اللہ کا سامنا کرنے سے پہلے اپنے دل کو ٹٹول لو!......کوئی اندر سے پکارا تھا......دیکھ بھال لو کہیں دل میں کوئی بت خانہ تو نہیں سجا ہوا......شرک اور نافرمانی کی آلودگی تو نہیں......تمہارے جسم کے ساتھ ساتھ دل بھی پوری طرح حاضر ہے؟......اور وہ جو دماغ میں طرح طرح کے فتور ڈیرا ڈالے ہوئے ہیں، کہیں تکبر اور رِیا کے مجسّمے ہیں، کہیں بغض وکینہ کے جھنڈے گڑے ہوئے ہیں......کہیں عُجب اور انانیت کے ببول اُگے ہوئے ہیں......ان سب کو نکال باہر کرو اپنی ہستی کو نیستی میں بدل دو......بھول جاؤ کہ تم بھی کوئی 'شئے' ہو......سمجھ لو......میں اجنبی، میں بے نشاں......میں پابہ گِل......نہ رفعتِ مقام ہے، نہ شہرتِ دوام ہے......یہ لوحِ دِل! یہ لوحِ دِل!......نہ اس پہ کسی غیر کا نقش ہے......نہ اس پہ کسی غیر کا نام ہے......دیکھ لو یہ بڑے ادب کا مقام ہے......یہاں معمولی لغزش سے بھی راندۂ درگاہ ہوجاؤ گے......ظاہری لغزشوں پر سزا ہے......مگر باطنی لغزشوں سے مردود ہوجاؤ گے۔ انہی خیالوں میں گم تھا، قدم لڑکھڑا رہے تھے، بس پھر یہ ہوا کہ:

''جو ہیبت سے رُکے مجرم تو رحمت نے کہا ہنس کر چلے آؤ چلے آؤ یہ گھر رحمان کا گھر ہے''

حرم مکی میں ائمہ کی تلاوت زائرین کے دلوں کو ایک عجیب ایمانی کیفیت سے روشناس کرتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ دلوں کو اہتزاز ومسرت سے روشناس کرنے والی تلاوت تادیر جاری رہے۔ حافظ صاحب نے اس کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے:

''اَللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے دلوں میں حرمین شریفین کی جو محبت رکھ دی ہے اس نے وہاں کی ہر چیز کو محبوب

بنا دیا ہے......اَللہ تعالیٰ نے ائمہ حرمین میں بھی ایک خاص جذب رکھا ہے، لوگوں کے قلوب ان کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں، لاکھوں لوگ پانچوں وقت اِن کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں...... جہری نمازوں میں تو کیف و سرور کا اور ہی عالم ہوتا ہے، ان ائمہ کرام کی دل کش قراءت، حرف وصوت کا آہنگ، حرم کا مقدس ماحول، بہترین ساؤنڈ سسٹم جو دل کی دھڑکنیں بھی سُن لیتا......سب سے بڑی بات یہ کہ جس کے سامنے بیت اللہ شریف کا پرجلال چہرہ ہو اس کی حضوری، رقّتِ قلبی اور سوزِ دل کا کیا عالم ہوگا؟ اس پاکیزہ اور مقدس ماحول میں جب بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر ائمہ کرام کلام اللہ کی قراءت کرتے ہیں اور ان کی آواز پورے زیر و بم کے ساتھ ہوا کے دوش پر پھیلتی ہے تو سننے والوں کے دل ہیبت حق سے پگھل پگھل جاتے ہیں''

مصنف قاری کی بھی انگلی پکڑے پکڑے ساتھ لیے چلتے ہیں، ابھی مدینہ منورہ کی حاضری رہتی ہے، طلب وشوق کو مہمیز لگانے والی آوازیں جب کانوں میں پڑتی ہیں تو رہوارِ خیال مدینہ شریف کی گلیوں میں پہنچ جاتا ہے، آپ نے دیکھا ہوگا بلکہ سنا ہوگا لاری اڈوں پر کنڈیکٹر لوگ مختلف شہروں کی آوازیں لگاتے ہیں، آپ تصور کیجیے کوئی شخص مدینہ مدینہ کی آواز لگائے تو آپ کے دل کی کیا کیفیت ہوگی؟ ذرا ملاحظہ کیجیے......

''یہیں سے مدینہ منورہ جانے کے لیے بھی گاڑیاں ملتی تھیں اور 'مدینہ' کی بھی آواز لگتی......انداز کچھ یوں ہوتا......''مدینہ مدینہ، مدینہ مدینہ، مدی ی ی ی ی نہ'' ...... پہلے تو پکارنے والا مدینہ مدینہ پکارتا اور پھر طویل لے اور بلند آواز میں ''مدی ی ی ی ی نہ'' کچھ اس اَدا سے کہتا کہ دل کھنچ کے رہ جاتا، لگتا پکارنے والے نے دِل کو مٹھی میں لے کر بھینچ لیا ہے، کان تو اس آواز کی سماعت سے لذت اندوز ہوتے ہی تھے مگر دل میں ایک عجیب والہانہ پن دَر آتا......روح کے تار ساز بن کے بجنے لگتے، یہ تصوّر ہی اتنا کیف آور تھا کہ اب مدینہ منورہ کی حاضری قریب ہے۔''

مصنف مدینہ منورہ پہنچنے والے ہیں، پہلی پہلی حاضری ہے، دل دَھڑک رہا ہے، گنبد خضریٰ اچانک کسی وقت نظر آنے والا ہے، تب زائر پر کیا کیفیت طاری ہوتی ہے؟ سنیے......

''زباں پر درود جاری تھا کہ دِل زور سے دَھڑکنے لگا......کہ ابھی کسی وقت بلند و بالا عمارتوں کی اوٹ سے گنبد خضریٰ نظر آنے والا تھا......آنکھ تو جیسے جھپکنا بھول گئی تھی......پھر اَچانک ہی مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مینار اور اُمتیوں کے دِلوں کی دھڑکن گنبد خضریٰ پر نظر پڑی......لے بھئی!......

ڈھونڈتی تھی گنبد خضریٰ کو تُو دیکھ وہ ہے اے نگاہِ بے قرار

آنکھوں نے اپنی بوندیں ٹپکا دیں اور دل شکرِ نعمت سے لبریز ہو گیا کہ اَللہ رب العالمین نے آج یہاں تک پہنچنے

کی توفیق عطا فرمادی، اس میں اپنا کیا زور تھا، یہ محض اس ذاتِ باری تعالیٰ کی عطا تھی۔''

مدینہ منورہ میں ایک ایسی شے ہے جسے دیکھنے کے لیے ہر عاشق کی آنکیں تڑپتی رہتی ہیں۔ جی چاہتا اس کی تصویر ہمیشہ آنکھوں میں بسی رہے۔ جی ہاں وہ گنبد خضریٰ ہے، دیکھیے تو کیا نقشہ کھینچا ہے......

''گنبد خضریٰ...... قبة الخضراء...... شعور کی آنکھ کھلنے سے بھی پہلے نہاں خانہء دل میں نقش ہو جانے والی ایک جاں فزا تصویر!......

نبوت و رسالت کا سرِ نہاں...... گنبدِ خضریٰ!

رحمت، رافت، عطوفت، شفاعت اور جود و کرم کا اِک نشاں...... گنبد خضریٰ!

غنچہء دل کے لیے وجہِ نمو، بے قراریوں کے لیے وجہِ سکوں...... گنبدِ خضریٰ!

ایک ایسا غنچہء شگفتہ جس کا جمال اور جس کی آب و تاب آنکھوں کی بصارت کے لیے سرمہء حیات ہے۔

ایک ایسا محل، ہوائیں جب اس کا طواف کر کے اپنی راہ لیتی ہیں تو راستے بھر مشک و عنبر ایسی خوشبوئیں بکھیرتی چلی جاتی ہیں۔

اذا هبت الارياح من نحو طيبة اهاج فؤادى طيبها وهبوبها

وہ آبگینہ رنگ گنبد جس کے محیط میں شاہِ دوسرا، سیّد الاُمہ، سیّد الخلائق، خیر العالمین صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ جب تھکے ماندے، زمانے بھر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے شکستہ پا مسافر مدینے میں داخل ہوتے ہیں تو گنبدِ خضریٰ کی صرف ایک جھلک دیکھ لینے سے ہی ان کی ساری تھکن کافور ہو جاتی ہے......''

آخر ایک دن واپسی بھی ہے، مدینہ چھوڑنے کا خیال ہی کتنا اندوہ انگیز ہوتا ہے، اس کا کچھ اندازہ وہی کر سکتے ہیں جنہیں اس مرحلے سے گذرنا پڑتا ہے، اس مرحلے کو حافظ صاحب نے یوں نبھایا ہے......

''آج مدینہ طیبہ میں ہمارا آخری دن تھا، مدینہ شریف چھوڑنے کا خیال ہی اتنا اندوہ انگیز تھا کہ جیسے دل پر چھریاں چل رہی ہوں۔ سامان سمیٹ کر نیچے پہنچایا جا چکا تھا۔ باری باری گاڑیوں میں بیٹھے اور مطار المدینہ روانہ ہو گئے، راستے بھر مڑ مڑ کر دیکھنے کی کوشش کی کہ مسجد نبوی مینار کہیں سے نظر آ جائیں، مگر روشنیاں تو نظر آتی رہیں، میناروں کی جھلک دِکھائی نہیں پڑی۔ یہ خیال کر کے ہی ہول اُٹھ رہے تھے کہ اب ہمیں کراچی جیسے شہر ناپُرساں میں واپس چلے جانا ہے، جہاں زندگی کا ایک ایک لمحہ ڈر خوف، کرب اور اذیت کا شکار رہتا ہے۔ کچھ اِنتظار کرنے اور سامان وغیرہ بک کرانے جیسے امور کی تکمیل تک ہمیں باہر لاؤنج میں رکنا پڑا، پھر اندر بلا لیا گیا۔ جہاں ہمارے پاسپورٹوں پر خروج کی مہر لگا دی گئی...... اس پر امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز قرشی اُموی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ الفاظ یاد آ گئے...... جو اِنہوں نے مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے ہوئے کہے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ منورہ سے رخصت ہوئے تو آنکھوں ڈبڈبا گئیں، اپنے غلام سے فرمایا:

''مزاحم! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ہم بھی ان لوگوں میں سے نہ ہوں جنہیں مدینہ منورہ نکال پھینکتا ہے؟!''

''میاں دو کریم'' محض جسم وجاں کا سفر نہیں روحانی سفر بھی ہے۔ قاری خود کو مکہ ومدینہ کی گلیوں میں چلتا پھرتا محسوس کرتا ہے۔ یہ سفر نامہ محض جذبات کا اظہار نہیں بلکہ معلومات کا خزینہ بھی ہے۔ بیت اللہ کی تعمیراتی تاریخ، حرم مکی کی توسیعات، تعمیراتی جمالیات کا مشاہدہ، حرمین شریفین کی لائبریوں کا تذکرہ۔ حطیم، حجر اسود، میزابِ رحمت، ملتزم، مستجار، رکن یمانی، مقام ابراہیم، زمزم، صفا، مروہ، جنۃ المعلیٰ، جبل ابوقبیس کے متعلق تاریخی معلومات۔ اسی طرح مدینہ منورہ کی مساجد، باغات، مکتبوں، مسجد نبوی میں تاریخی اسطوانات، محرابوں کا ذکر خصوصیت کا حامل ہے، مصنف نے بعض ایسی معلومات بھی بہم پہنچائی ہیں جن کی طرف عام مصنفین کا ذہن نہیں جاتا، مثلاً مسجد نبوی کی قبلے والی دیوار پر شاہکار خطاطی کی گئی ہے، اور یہ دنیا بھر میں خطاطی کا اس قدر طویل وعریض واحد نمونہ ہے جو تقریباً ایک سو ساٹھ برس قدیم ہے۔ یہ خلافت عثمانیہ کے دور کی یادگار رہے۔ اس شاہکار فن پارے کو معرض وجود میں لانے والا کون تھا؟ یہ اسی کتاب میں معلوم ہوگا۔ ائمہ حرمین شیخ ابراہیم الشریم، شیخ علی عبدالرحمٰن حذیفی، شیخ عواد جہنی، شیخ ماہر المعیقلی، شیخ عبدالمحسن قاسم، شیخ صالح آل طالب ...... جن کی قراءت زائرین حرم کے کانوں سے ہوتی ہوئی سیدھا دِل میں جاگزیں ہوتی ہے، کا تفصیلی تعارف بھی کتاب کا حصہ ہے۔ قدیم تاریخی نوعیت تصویریں بھی کتاب کا حصہ ہیں۔ کتاب میں ایک تصویر ایسی ہے جس میں مدینہ منورہ کی فصیل پر خلافت عثمانیہ کا پرچم لہرا رہا ہے۔ آخر میں دوسو اڑتیس سال قبل مولانا رفیع الدین کے قلم سے لکھا گیا سفر نامہ حرمین بھی شامل ہے۔

کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، اور ہر باب کا عنوان کوئی نہ کوئی خوب صورت سا مصرعہ ہے۔ کتاب کا گیٹ اپ شاندار ہے، طباعت بہترین، کاغذ بھی اعلیٰ نسل لگایا ہے، ورنہ آج کل یار لوگ بک پیپر پہ کتاب چھاپ کر پیسے کھرے کر رہے ہیں۔ ''میاں دو کریم'' اردو ادب میں ایک بیش بہا اضافہ ہے۔ ایسا شستہ ورفتہ اسلوب دنوں بعد پڑھنے کو ملا۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

ناشر: سنابل پبلی کیشنز، کراچی مکتبہ: الخلیج سلام مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی 0332-2139797
اور ادارہ اشاعت الخیر، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان: 0300-7301239 سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

متلاشیانِ حق کو دعوت فکر و عمل　　　مکتوب نمبر:۴

ڈاکٹر محمد آصف

عزیز احمدی دوستو!

احمدی دوستوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ جو شخص کلمہ گو ہو، اور اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کر رہا ہو، کسی بھی شخص کو اسے کافر قرار دینے کا حق نہیں پہنچتا۔

اس سلسلہ میں بعض ان احادیث سے استدلال کی کوشش کی جاتی ہے جن میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی علامتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلے کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبح کیا ہوا جانور کھائے وہ مسلمان ہے۔''

لیکن جس شخص کو بات سمجھنے کا سلیقہ ہو وہ حدیث کے اسلوب و انداز سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہاں کوئی قانونی اور جامع و مانع تعریف نہیں کی جا رہی بلکہ مسلمانوں کی وہ معاشرتی علامتیں بیان کی جا رہی ہیں جن کے ذریعے مسلم معاشرہ دوسرے مذاہب اور معاشروں سے ممتاز ہوتا ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس شخص کی ظاہری علامتیں اس کے مسلمان ہونے کی گواہی دیتی ہوں اس پر خواہ مخواہ بدگمانی کرنا یا بلاوجہ اس کی عیب جوئی کرنا درست نہیں۔ درحقیقت اس حدیث میں مسلمان کی تعریف نہیں بلکہ اس کی ظاہری علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ مسلمان کی تعریف درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں بیان کی گئی ہے:

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حتیٰ یَشْھَدُوْا اَنْ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ وَیُؤمِنُوْا بِی وَبِمَا جِئتُ بِہٖ؟ (صحیح مسلم، جلد نمبر 1)

ترجمہ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور مجھ پر ایمان لائیں اور ہر اس بات پر جو میں لے کر آیا ہوں۔

اس حدیث میں مسلمان کی پوری حقیقت بیان کر دی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہر تعلیم کو ماننا **اشھدان محمد رسول اللّٰہ** کا لازمی جزو ہے اور آپ کا یہ ارشاد قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ترجمہ: بس تیرے رب کی قسم ہے کہ جب تک وہ (ہر) اس بات میں جس کے متعلق ان میں جھگڑا ہو جائے تجھے حَکَم نہ بنائیں (اور) پھر جو فیصلہ تو کرے اس سے اپنے نفوس میں کسی قسم کی تنگی نہ پائیں اور پورے طور پر فرمانبردار

(نہ) ہو جائیں ہرگز ایمان دار نہ ہوں گے۔ (النسآء آیت نمبر 66 ترجمہ تفسیر صغیر)

یہ ہے کلمہ گو کی حقیقت اور اس کے برخلاف محض کلمہ پڑھ لینے کے بعد ہمیشہ کے لیے کفر سے محفوظ ہو جانے کا تصور اسلامی نہیں ہے بلکہ یہ تو دشمنانِ اسلام کا ہے کہ اسلام اور کفر کی درمیانی حدِ فاصل کو مٹا کر اسے ایسا معجون مرکب بنا دیا جائے جس میں اپنے سیاسی اور مذہبی مفادات کے مطابق ہر بُرے سے بُرے عقیدے کی ملاوٹ کی جا سکے۔

جو لوگ ہر کلمہ گو کو مسلمان کہنے پر اصرار کرتے ہیں، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کلمہ (معاذ اللہ) کوئی منتر یا ٹونا ٹوٹکا ہے جسے ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد انسان ہمیشہ کے لیے ''کفر پروف'' ہو جاتا ہے اور اس کے بعد بُرے سے بُرا عقیدہ بھی اسے اسلام سے خارج نہیں کر سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ایک معاہدہ اور اقرار نامہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کو ایک معبود قرار دینے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول ماننے کا مطلب یہ معاہدہ کرنا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی ہر بات کی تصدیق کروں گا۔ لہٰذا اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی جتنی باتیں ہم تک تواتر اور مستند ذرائع کے ساتھ پہنچی ہیں ان سب کو درست تسلیم کرنا **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** پر ایمان کا لازمی جز اور اس کا ناگزیر تقاضا ہے۔ اگر کوئی شخص مستند ذرائع سے متواتر پہنچنے والی کسی ایک چیز کو درست ماننے سے انکار کر دے تو درحقیقت وہ کلمۂ توحید پر ایمان نہیں رکھتا، خواہ زبان سے **لا الہ الا اللّٰہ** پڑھتا ہو اس لیے اس کو مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔

مرزا صاحب خود بھی ایک جگہ لکھتے ہیں۔

''کسی اجماعی عقیدہ سے انکار و انحراف موجب لعنت کلی ہے۔'' (روحانی خزائن جلد 11 ص 144)

میرے محترم آپ اپنے جماعتی نظام کو دیکھ لیں، کیا جماعت احمدیہ میں کسی احمدی کا صرف کسی ایک جماعتی فیصلہ کو نہ ماننے کی وجہ سے اخراج نہیں کر دیا جاتا جبکہ 99 باتیں اس میں جماعت کی کتاب والی پائی جاتی ہوں۔

والسلام علیٰ من التبع الهدیٰ

آپ کا ایک خیر خواہ

ڈاکٹر محمد آصف

مسافران آخرت

ادارہ

★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم کی اہلیہ محترمہ 29/جولائی 2017ء کوطویل علالت کے بعد ملتان میں انتقال کرگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ انتہائی صالحہ، عابدہ، زاہدہ خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، ناظم اعلیٰ جناب عبداللطیف خالد چیمہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد مغیرہ، ڈاکٹر عمر فاروق احرار، میاں محمد اویس اور دیگر رہنماؤں نے مولانا عزیز الرحمٰن سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مرحومہ کے لیے مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر کی دعا کی ہے۔

★ ڈیرہ اسمٰعیل خان کے معروف عالم دین شیخ الحدیث مولانا عطاء اللہ شاہ کو نامعلوم افراد نے 19/اگست 2017ء کو شہید کر دیا۔

★ خانقاہ دین پور شریف خان پور کے سجادہ نشین حضرت میاں مسعود احمد دین پوری دامت برکاتہم کے فرزند اور مدرسہ صدیقیہ راشدیہ کے مہتمم مولانا زبیر احمد، 21/اگست 2017ء کو اچانک انتقال کر گئے۔

★ مدرسہ دعوۃ الحق ملتان کے مدیر مولوی عطاء اللہ صاحب گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

★ مسجد المعمور صادق آباد کے منتظم جناب فضل الرحمٰن کی خوش دامن صاحبہ، انتقال: 30/جولائی 2017ء

★ گجرات میں ہمارے قدیم کرم فرما چودھری محمد ارشد مہدی کی والدہ ماجدہ، انتقال: 3/اگست 2017ء

★ مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے کارکنان جناب نعمان محمد چیمہ، جناب اسد محمد چیمہ کے والد ماجد درمحمد چیمہ، انتقال: 9/اگست 2017ء

★ چیچہ وطنی کے چک نمبر 11/6 ایل (ہڑپہ) کے رہائشی محمد انور لطیف سراء 12/اگست کو لندن میں انتقال کر گئے مرحوم، اپنے نومسلم بیٹے (سابق قادیانی) محمد حسیب کاشان سراء کی دعوت وتبلیغ سے انتقال سے چند روز پیشتر قادیانیت ترک کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ محمد حسیب کاشان سراء گزشتہ سال (2016) لندن میں قادیانی مذہب کے بارے تحقیق وجستجو کے بعد مسلمان ہو گئے تھے اور مسلسل دعوت وتبلیغ کے عمل سے جڑے ہوئے ہیں۔ اسی اثناء میں ان کا پاکستان آنا ہوا تو چک نمبر 11/6 ایل میں اپنے گھر اور خاندان پر محنت کرنے لگے چنانچہ والد کا دل نرم ہوا اور وہ

قادیانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے۔ چند بعد وہ لندن گئے اور وہیں انتقال کر گئے، عبداللطیف خالد چیمہ اور عابد علی (رکن جماعت 11/6 ایل) نے ان کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کیا ہے

★ چیچہ وطنی بلدیہ کے چیئرمین رانا محمد اجمل خاں کے ماموں اور والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔

☆ چیچہ وطنی کے چک نمبر 12/33 ایل میں جماعت کے وفادار کارکن ڈاکٹر عبدالرحیم کی اہلیہ محترمہ (احرار احمر کی والدہ ماجدہ) 9؍ اگست بدھ کو انتقال کر گئیں۔

★ ممتاز محقق اور صاحبِ طرز ادیب جناب شکیل عثمانی 26؍ اگست 2017ء کو راولپنڈی میں انتقال کر گئے۔ مرحوم ہمارے بزرگ دوست، نہایت مخلص و مہربان، سچے مسلمان اور صالح انسان تھے۔ وہ نقیب ختم نبوت کے مستقل قلمی معاون تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے۔

★ مجلس احرار اسلام لاہور آفس کے میڈیا انچارج مہر محمد اظہر وینس کے والد ماجد مہر منصب علی وینس 24؍ اگست 2017ء جمعرات کو چناب نگر میں انتقال کر گئے۔

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خاص اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطاء فرمائے۔

دعاءِ صحت

● قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ گزشتہ دو ماہ سے علیل ہیں

● قدیم احرار کارکن اور انجمن در العلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچہ وطنی کے صدر سید سراج الدین احمد صدیقی علیل ہے۔ وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں ان کا آپریشن ہوا ہے۔

● حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب گزشتہ دو سال سے شدید علیل ہیں

● مدرسہ معمورہ ملتان کا سابق طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی گزشتہ ایک سال سے شدید علیل ہے

● لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب طویل عرصے سے علیل ہیں

● مجلس احرارِ اسلام ملتان کے سیکرٹری نشر و اشاعت فرحان الحق حقانی شدید علیل ہیں

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ انہیں شفا کاملہ عطا فرمائے۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینے کے لیے داعیانِ الی اللہ کی تیاری

15 روزہ

دورہ تربیت المبلغین

مقام: دار المبلغین، مرکزی دفتر مجلس احرار اسلام پاکستان، 69/C حسین سٹریٹ وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

زیر سرپرستی

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

22/اکتوبر تا 5/نومبر 2017

فضلاء درس نظامی کے لیے

شاندار موقع

زیر نگرانی

مجاہد ختم نبوت محترم جناب عبداللطیف خالد چیمہ صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان

نواسۂ امیر شریعت جناب سید محمد کفیل بخاری
نائب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

زیر نگرانی

سالار احرار جناب میاں محمد اویس صاحب
نائب ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان

شرائط داخلہ

(۱) سکول و کالجز کے طلباء کے لیے تعلیم کم از کم میٹرک

(۲) مدارس کے طلباء کے لیے درس نظامی یا حفظ قرآن مع لکھنا پڑھنا جانتا ہو

(۳) اصل قومی شناختی کارڈ اور اس کی فوٹو کاپی ہمراہ لائیں

قیام و طعام اور معقول وظیفہ بذمہ ادارہ

روزانہ بعد نماز مغرب اصلاحی مجلس

جید علماء کرام، مذہبی سکالرز اور سابق قادیانی ماہرین کی ٹیم جدید ترین سمعی بصری ذرائع ابلاغ کے ساتھ داعیان کی تیاری کروائیں گے

برائے رابطہ ڈاکٹر محمد آصف: 0300-9522878

منجانب: شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختم نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کرکے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کردے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کردے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کردے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ: مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد، گوجرہ، جڑانوالہ، گوجرانوالہ، سانگلہ ہل، حافظ آباد، چنیوٹ
آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس